REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

REGD. NO. P/GDP - 3

جلد ۲۴

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر: جاوید اقبال اختر

شمارہ ۱۶

شرحِ چندہ
سالانہ ۱۵ روپے
ششماہی ۸ روپے
ممالکِ غیر ۳۰ روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

۶ ربیع الآخر ۱۳۹۵ ہجری | ۱۷ شہادت ۱۳۵۴ ہش | ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ ء

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۴ شہادت (اپریل)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق الفضل میں شائع شدہ مورخہ ۷ اپریل کی اطلاع مظہر ہے کہ

"بخار کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے"

احباب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت وسلامتی۔ درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۴ شہادت (اپریل) محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

★ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی مع جملہ درویشانِ کرام بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ ❖

وادیٔ پونچھ میں دو روزہ احمدیہ مسلم کانفرنس کا کامیاب انعقاد

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت شمولیت

مضافات کے احمدیوں کے علاوہ درویشانِ قادیان اور شہر کے مسلم وغیر مسلم معزز احباب کی شرکت

علمائے سلسلہ کی مختلف عنوانات پر علمی تقاریر

رپورٹ مرتبہ:۔ مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری رکنِ وفد

جماعت ہائے احمدیہ پونچھ (کشمیر) کی دو روزہ کانفرنس مورخہ ۳۰ و ۳۱ مارچ ۱۹۷۵ء کو منعقد ہو کر کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ۔ چارکوٹ، لوہارکا، کالابن، سشیندرہ، سلواد پٹھانہ تیر، بڈھانوں وغیرہ مضافات سے کثیر تعداد میں احمدی احباب اور قادیان کے سات درویشان کے علاوہ مدرسہ احمدیہ قادیان کے آٹھ طالب علم شریک ہوئے۔ نیز دونوں روز شہر کے معزز اور سنجیدہ طبقے نے بلاتفریق مذہب و ملت، شمولیت فرمائی۔

اس کانفرنس میں شرکت اور جماعتہائے احمدیہ پونچھ کی دیرینہ خواہش کے پیشِ نظر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ آنمحترم کے ہمراہ مکرم الحاج مولوی حکیم محمد دین صاحب اور مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد اور خاکسار محمد انعام غوری مدرسین مدرسہ احمدیہ پر مشتمل وفد مورخہ ۲۸ مارچ کی صبح بذریعہ موٹر کار روانہ ہوا۔ جبکہ دو روز قبل مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر اور مولوی عنایت اللہ صاحب اور جامعہ احمدیہ کی آخری کلاس کے دو طالب علم عزیز مکرم مولوی سعادت احمد صاحب و مولوی عبدالمومن صاحب۔ کانفرنس کے انتظامات کے سلسلہ میں انچارج مبلغ مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس کے تعاون کے لئے جا چکے تھے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا پُرتپاک استقبال

مورخہ ۲۹ مارچ کی شام چھ بجے محترم صاحبزادہ صاحب مع اراکینِ وفد پونچھ شہر میں ورود فرما ہوئے بس اڈے کے قریب مضافات سے آئے ہوئے احمدیوں کے علاوہ شہر کے مسلم و غیر مسلم احباب آنمحترم کے استقبال کے لئے قطاروں میں پھولوں کے ہار لئے کھڑے تھے۔ جونہی محترم صاحبزادہ صاحب اُن کے قریب ہوئے احباب نے اھلاً و سھلاً و مرحبا، نعرہ ہائے تکبیر، اسلام زندہ باد، انسانیت زندہ باد کے پُرجوش نعرے بلند کئے۔ اور تمام احباب نے پھولوں کے ہار پہناتے ہوئے مصافحہ و معانقہ کیا۔ بعدہٗ جلوس کی صورت میں آں محترم اور علمائے کرام کو شہر کے بازار سے گزارتے ہوئے احمدیہ مسجد تک لے جایا گیا۔ راستہ بھر احمدی احباب پُرجوش نعرے بلند کرتے رہے۔ اور بازار کی ہر دوکان پر ہندو، مسلم، سکھ بھائیوں نے تعظیماً کھڑے ہو کر اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے محترم صاحبزادہ صاحب کا استقبال کیا۔

پیار و محبت اور انسانی برادری کو قائم کرنے والے امن کے شہزادہ حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے اس قافلہ کے استقبال کا جو مظاہرہ اہلِ پونچھ کی طرف سے ہوا وہ اُن کی سعادت اور نیک فطرت پر دلالت کر رہا تھا۔

احمدیہ مسجد میں پہنچنے کے بعد کچھ دیر دارالتبلیغ میں معززینِ شہر سے گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ بعدہٗ مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کی گئیں۔ بعد نماز آں محترم نے احبابِ جماعت سے مختصر سا خطاب کیا۔ اور آپس میں پیار و محبت سے رہنے اور کانفرنس کی کامیابی کے لئے دردمندانہ دعائیں کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد آپ ڈاک بنگلہ تشریف لے گئے جہاں آپ کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

کانفرنس کی تشہیر و دیگر انتظامات

اس کانفرنس کی تشہیر کے لئے چند روز قبل سارے شہر میں جگہ بہ جگہ پوسٹرز چسپاں کئے گئے تھے۔ اور معززینِ شہر کو خصوصی دعوت نامے بھجوائے گئے تھے۔ مضافات اور قادیان سے آئے ہوئے جملہ احمدی احباب کے قیام و طعام کا انتظام وسیع و عریض احمدیہ مسجد (جو ابھی تشنۂ تکمیل ہے) میں ہی تھا۔ مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس مبلغ انچارج نے مختلف احباب کی قیام و طعام اور کانفرنس کے دیگر انتظامات کے لئے ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں۔ سبھوں نے مفوضہ امور احسن رنگ میں انجام دیئے۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ میر خاندان کے افراد نے جن کے ساتھ مولوی حمید الدین صاحب شمس کے اچھے مراسم ہیں، ہر طرح کا تعاون دیا۔ چنانچہ قالین۔ برتن و دیگر ضروری اشیاء انہوں نے فراہم کیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

کانفرنس کا پہلا دن

کانفرنس کے پہلے دن کا اجلاس مورخہ ۳۰ مارچ کو احمدیہ مسجد میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی زیرِ صدارت ۱۱½ بجے تا ۳ بجے دن منعقد ہوا۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم کی تلاوتِ قرآن مجید اور خاکسار کی نظم کے بعد مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس مبلغ انچارج نے جماعت احمدیہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ موجودہ زمانہ میں ایک موعود اقوامِ عالم کی آمد کی نشان دہی ہر مذہب کے پیشوا نے کی ہے۔ چنانچہ وہ موعود اقوامِ عالم، مسیح موعود و مہدیٔ معہود عین وقت پر سابقہ پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوا اور ایک پاک جماعت کا قیام آپؑ کے ذریعہ سے عمل میں آیا۔ جو آپؑ کے مشن یحی الدین و یقیم الشریعۃ کو احسن رنگ میں پورا کرنے میں مصروف ہے۔ آخر میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا تعارف کراتے ہوئے موصوف نے کہا کہ آپ بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

(باقی دیکھئے صفحہ ۹ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے جے ہند پرنٹنگ پریس نہرو گارڈن روڈ جالندھر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۷؍شہادت ۱۳۵۴ہش

آریہ سماج کی صدسالہ تقریب اور علماء کی حسرتیں

چند عبرت انگیز افکار و احوال

آریہ سماج کو قائم ہوئے ۱۰۰ سال کا ایک صدی پوری ہو گئی ہے۔ اسی مناسبت سے ہفتہ زیر اشاعت ۷؍اپریل سے ۱۲؍اپریل تک پنجاب میں بھی مختلف مقامات پر آریہ سماج کی صدسالہ تقریبات منائی جاتی رہی ہیں۔ جن کا ذکر مختلف اخبارات میں آ رہا ہے۔ نہ صرف آریہ سماجی اخبارات بلکہ دوسرے اخبارات نے بھی اس تقریب پر اپنے اپنے رنگ میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے جمعیۃ العلماء ہند کے آرگن روزنامہ الجمعیۃ دہلی کا سہ روزہ ایڈیشن مجریہ ۱۴؍مارچ ۱۹۷۵ء ہے۔ معاصر مذکور نے اس اشاعت میں آریہ سماج کی اسی تقریب کو اپنے ایڈیٹوریل نوٹ کا موضوع بنایا ہے۔ جس کے بعض حصے خصوصیت سے قابلِ مطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت انگیز بھی ہیں۔

جن باتوں کا خصوصی رنگ میں ہم اس وقت ذکر کرنا چاہتے ہیں، عجیب اتفاق ہے کہ الجمعیۃ کی اسی اشاعت کے پہلے صفحہ پر "ایک سوال" کے زیرِ عنوان نمایاں جگہ پر بڑے ہی حسرت بھرے الفاظ میں ان کا اعادہ کرتے ہوئے اپنے ہم خیال مسلمانوں کو بالعموم اور جمعیۃ علماء، دارالعلوم دیوبند، ندوۃ العلماء، دارالمصنّفین اعظم گڑھ وغیرہ مسلمانوں کے اداروں کو اس طریق پر جھنجھوڑا گیا ہے کہ یہ سوال وجواب بجائے خود عبرت کا ایک مرقع بن گیا ہے۔

لیجئے پہلے آپ ایڈیٹوریل نوٹ کے چند ایک ضروری اقتباس معاصر کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:—

(۱) الجمعیۃ دہلی کے فاضل مدیر زیرِ عنوان "تہنیت بھی اور تقابل بھی" اپنے قابلِ قدر مقالے کا آغاز بایں الفاظ فرماتے ہیں:—

"اگلے منگل سے آریہ سماج کا ایک سو واں یومِ تاسیس منایا جا رہا ہے۔ جس کے اراکین کی تعداد خود اُن کے بیان کے مطابق ہندوستان میں آٹھ کروڑ ہے۔ ان کے مقابلہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد ذرا زیادہ ہی ہے۔ لیکن یہ فرق قابلِ ملاحظہ ہے کہ آریہ سماجی بھائی اس سالگرہ یا یومِ تاسیس کی تقریبات پر ایک کروڑ روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کا کوئی بھی مذہبی تعلیمی، تہذیبی و سماجی ادارہ اپنے سالانہ بجٹ کو بھی اس حد تک نہیں پہنچا سکا ہے۔

کوئی منفی جذبہ اس تقابل کی تہ میں نہیں بلکہ ہمارا مقصد مسلمانوں کو اپنے احتساب کے لئے متوجہ کرنا ہے۔"

(۲) "اس جماعت کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ تعمیری کاموں مثلاً تعلیم و سماجی اصلاحات پر اس کی خاص توجہ رہی۔ انتہا یہ ہے کہ مباحثہ مناظرہ اور مباہلہ کے دَور میں بھی اس کی تعلیمی و سماجی سرگرمیاں نہ صرف جاری رہیں بلکہ انہوں نے وسعت بھی اختیار کی۔ اس زمانہ میں بعض دوسرے فرقوں کی پوری توجہات مناظروں مباحثوں وغیرہ کے لئے وقف تھیں اور انہیں کوئی دوسرا خیال مشکل سے آتا تھا لیکن آریہ سماج نے دونوں طرح کے کام جاری رکھے۔ اور آج وہ دن ہے کہ ہندوستان بھر میں حکومت کے بعد تعلیمی خدمات کے لئے آریہ سماج کا دوسرا نمبر ہے۔"

(۳) اور آخر میں آریہ سماجی بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے مقالے کو ان الفاظ میں ختم کیا گیا ہے:—

"یہ تحریر نامکمل رہے گی اگر آریہ سماجی بھائیوں اور ہم وطنوں کو اس عظیم تقریب پر مبارک باد نہ دی جائے۔ اور آریہ سماج کے عظیم مؤسّس سوامی دیانند سرسوتی جی کی ان خدمات کا اعتراف نہ کیا جائے جو انہوں نے اپنی کمیونٹی کے لئے انجام دیں۔"

"آریہ سماجی بھائی گزشتہ ایک صدی کی اپنی جدوجہد پر اطمینان و مسرت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ تقریب مسلمانوں کے لئے بھی ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اگر آج وہ اپنی اصلاحی و تعمیری تحریکوں کا احتساب کریں اور اس بات پر غور کریں کہ زندگی کے اس سفر میں وہ پیچھے کیوں رہ گئے۔ اور اگر وہ ان اسباب و وجوہات کا ازالہ کرنے کا عزم کریں تو یہ وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوگا۔" (الجمعیۃ دہلی ۱۴؍مارچ ۱۹۷۵ء صفحہ ۳)

دوسرے نمبر پر اب آپ وہ سوال وجواب بھی مطالعہ فرمائیں جو سہ روزہ الجمعیۃ کے اسی پرچہ کے صفحہ اوّل پر نمایاں جگہ پر زیرِ عنوان "ایک سوال" ان الفاظ میں شائع ہوا:—

"بیٹا: منگل سے آریہ سماج کی ایک سو ویں سالگرہ کی تقریبات شروع ہو رہی ہیں جن پر ایک کروڑ روپیہ صرف ہوگا۔

جمعیۃ علماء۔ دارالعلوم دیوبند۔ ندوۃ العلماء۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ وغیرہ مسلمانوں کے ایسے ادارے ہیں جیسے کہ آریہ سماج ہندوؤں کا ادارہ ہے۔ کیا یہ جماعتیں اپنی سالگرہ پر نہ سہی اپنے سالانہ بجٹ میں اتنا خرچ کرتی ہیں یا خرچ کر سکتی ہیں؟

باپ: مسلمانوں سے پوچھو۔

"آپ بھی تو مسلمان ہیں"

"ہاں بیٹا ـــــــ" (الجمعیۃ ۱۴؍جون ۱۹۷۵ء صفحہ اوّل کالم ۲،۶)

یہ ہے اقراری بیان ان مسلمانوں کا اور احوال واقعی اُن اداروں کا جو بڑے طمطراق سے اپنے مسلمان ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ مگر جب عملی میدان میں دوسروں کے مقابلہ کا وقت آتا ہے تو نہ صرف اُن سے پچھڑا ہوا پاتے ہیں بلکہ ان کے اظہارِ خیال کے انداز میں جو یاس و قنوط نمایاں ہو جاتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ مذکورہ سوال وجواب کا آخری حصہ ان لوگوں کی مسلمانی کو جس طرح ننگا کر کے دکھا رہا ہے غور و فکر سے کام لینے والوں کے لئے اس کا مطالعہ بہت ہے ـــ!!

اس وقت ہمیں نہ تو آریہ سماج کی تعریف و توصیف مقصود ہے اور نہ ہی کسی پہلو سے ان کے کام یا صدسالہ تقریب کے پروگرام پر کسی طرح کی تنقید۔ ہمارا روئے سخن تو اس وقت ان علماء حضرات کی طرف ہے جو زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اسلام اور مسلمانوں کے لئے عملی طور پر کچھ نہ کرتے ہوئے بھی نہ صرف اسلام کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں بلکہ تکفیر المسلمین کی مشین ہاتھ میں لئے جسے چاہیں دائرۂ اسلام سے خارج بتاتے چلے جاتے ہیں۔ اُنہیں کوئی بھی پوچھنے والا نہیں کہ بھائی پہلے تم اپنی مسلمانی کا عملی ثبوت تو بہم پہنچا لو۔ برعکس اس کے مسلمانوں کی جو جماعت مناظروں اور مباحثوں کے دَور میں بھی جہاں آریہ سماج وغیرہ خلافِ اسلام تنظیموں کی زبردست حریف رہی اور خم ٹھونک کر ان کے مقابل پر آتی رہی اس نے دیگر مسلمان فرقوں کی طرح زمانہ کے دوسرے تقاضوں سے کسی وقت بھی صرفِ نظر نہیں کیا۔ بلکہ اس کی طرف سے اس نوع کی مساعی کا دائرہ ہندوستان سے نکل کر آج ساری دنیا میں وسیع ہو چکا ہوا ہے۔ اور اس کے کارناموں پر ایک دُنیا گواہ ہے۔ اس جگہ تفصیل کی گنجائش نہیں صرف اشارہ ہی کافی ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج یہی علماء حضرات آریہ سماج کی صدسالہ تقریب پر ایک کروڑ روپیہ خرچ کرنے کی سکیم کو سُن کر مرعوب ہوئے جا رہے ہیں۔ اور اس کی فضیلت کا اقرار کئے بغیر کوئی چارا نہیں پا رہے۔ درانحالیکہ ہندوستان کے آٹھ کروڑ آریہ سماجیوں کا اپنی صدسالہ تقریب پر ایک کروڑ روپیہ جمع کر کے خرچ کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ذرا حساب تو لگائیے ایک دونی تو فی کس ہر ممبر کے ذمّہ بنتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر آٹھویں آدمی کی طرف سے ایک روپیہ ادا کر دینا اس رقم کو پورا کر دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ ہندوستانی آریہ سماجی حضرات میں سے ایک خاصی تعداد لکھ پتی بلکہ کروڑ پتی ممبران کی ضرور موجود ہے۔ البتہ علماء حضرات کا اس پر استعجاب بمطابق فکرے ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست درست ہی ہے۔ کیونکہ ان بیچاروں کے لئے فی الواقع ایک کروڑ کی رقم ایسی بڑی رقم ہے کہ نہ تو ہندوستانی مسلمانوں کے کسی ادارہ کا سالانہ بجٹ ہی اس حد تک پہنچ سکا ہے اور نہ ہی ان میں سے کسی کی صدسالہ تقریب پر ہی اس قدر رقم جمع ہو کر خرچ ہو پائی ہے (کما مر) ـــ!!

کاش ان لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا کہ جس طرح مذہبی مباحثات و مناظرات کے دَور میں عامّۃ المسلمین متعدد وقتوں میں مشکل پڑ جانے پر احمدی مناظروں اور علماء ہی کو اپنے علماء پر ترجیح دیتے ہوئے میدانِ مناظرہ و مباحثہ میں بُلایا کرتے تھے اور آج بھی یہ احمدیہ جماعت ہی ہے جو اس پہلو سے بھی تمام دیگر اسلامی فرقوں کی لاج رکھ رہی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ علماء نے محض حسد اور بُغض کی بناء پر احمدیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج بنا کر خود ہی اپنی ذِلّت اور رُسوائی کے سامان کر رہے ہیں۔!!

کسی طرح کے مبالغہ کی بات نہیں، بدر کی ابھی گزشتہ اشاعت میں ہی ربوہ میں منعقدہ جماعتِ احمدیہ کی مجلسِ مشاورت کی تفصیل شائع ہوئی ہے۔ اس کے مطابق جماعتِ احمدیہ کی طرف سے غلبۂ اسلام کے لئے صرف آئندہ ایک سال کے لئے دو کروڑ چھ لاکھ روپے کے آمد و خرچ کا بجٹ پاس کیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں ہندوستان کی جماعتوں کا بجٹ شامل نہیں ہے۔ اس لئے علماء کا یہ کہنا صریح طور پر غلط ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ادارہ بھی آریہ سماج کی طرح نہ تو اپنی صدسالہ تقریب پر اور نہ ہی سالانہ بجٹ کے طور پر اس قدر خرچ کرتا یا خرچ کر سکتا ہے۔ کیونکہ جماعتِ احمدیہ کے عملی کردار نے اس کو باطل کر دکھایا ہے۔

اور جہاں تک صدسالہ تقریب پر کئے جانے والے خرچ کا تعلق ہے اس میں بھی جماعتِ احمدیہ بفضلہ تعالےٰ بہت اُونچے مقام پر کھڑی ہے۔ (باقی دیکھئے صلا پر)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اعتداء سے بچو اور بغض و عداوت کو اپنے قریب نہ آنے دو

دُنیا کے دُکھ کو دُور کرنا اپنا نصب العین بناؤ اور دُکھ کے مقابلہ میں دوسروں کو سُکھ پہنچانے کی کوشش کرو

دُعائیں کرو اور بہت دُعائیں کرو تم خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو اور اس کی رحمت کے مورد بنو

تمہاری مسکراہٹوں کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کا پیار اور اُس کی رحمت ہے اس لئے دُنیا تمہاری مسکراہٹیں نہیں چھین سکتی

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۵ نبوت ۱۳۵۳ھش مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۷۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
(الاعراف: ۵۶-۵۷)

اور پھر فرمایا:-
پہلے تو میں اپنے دوستوں کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ

عملِ صالح کے معنے

موقع و محل پر عمل کرنے کے ہوتے ہیں۔ غلط جگہ پر صحیح کام بھی اسلام میں پسندیدہ نہیں اس لئے موقع و محل کے مطابق کام کرنے کا حکم ہے مقام بھی صحیح ہونا چاہیئے۔ اور کام بھی صحیح ہونا چاہیئے۔ اگر کسی دوست نے مجھے کوئی خط دینا ہو تو اس کے لئے صحیح جگہ میرا دفتر ہے، مسجد اقصیٰ نہیں ہے۔ بہر حال دوستوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اعمالِ صالحہ بجالاؤ۔ یعنی ایسی نیکیاں بجالانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جو موقع اور محل کے مطابق ہوں اس حکم کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے اور اس کے مطابق اعمال بجالانے چاہئیں تاکہ ثواب حاصل ہو۔

ایک سلسلۂ مضامین پر میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں یہ سلسلہ اس وجہ سے شروع ہوا کہ نیشنل اسمبلی نے ایک فیصلہ کیا اور میں نے بتایا تھا کہ جہاں تک اس پر تبصرہ کا سوال ہے میں جنوری یا فروری کو اس پر تبصرہ کروں گا۔ لیکن جہاں تک

ردِّ عمل کا سوال

ہے، میں یہ بتا رہا ہوں کہ ہم قرآنی شریعت کو شریعتِ حقہ سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری اور واجب سمجھتے ہیں۔ قرآن کریم نے قربِ الٰہی اور رضائے الٰہی کے لئے جو راہیں متعین کی ہیں ہم ان پر چلنا ضروری سمجھتے ہیں بلکہ ان پر چلنے میں اپنی خوشحالی اور کامیابی کا راز سمجھتے ہیں۔
قرآن کریم نے ہمیں بنیادی طور پر

دو قسم کی باتیں

بتائی ہیں۔ ایک وہ جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور اُن سے بچنا ضروری ہے۔ دوسرے وہ احکام ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ اُن کے بجالانے سے اللہ تعالیٰ کا پیار، اس کی محبت اور اس کی رضا ہمیں حاصل ہوتی ہے۔ بعض خطبات میں میں نے ایک پہلو کے متعلق بات کی اور بعض میں دوسرے پہلو کے متعلق بات کی۔ آج میں ایک اور ایسی

بات بیان کرنا چاہتا ہوں جس کے متعلق قرآن کریم بتاتا ہے کہ اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ انسان سے خوش نہیں ہوتا۔ وہ اس سے پیار نہیں کرتا۔ انسان رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا اور وہ ہے اعتداء یعنی حد سے بڑھنا۔

میں نے سورۂ اعراف کی جو آیات ابھی پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے رب کو پکارو۔ اُس سے دُعائیں کرو۔ گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی۔ اجتماعی طور پر بھی دُعائیں کرو اور انفرادی طور پر۔ اور اُس سے یہ دُعا مانگو کہ اے اللہ! تو ہمارا رب ہے۔ تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہماری پیدائش کو احسن بنایا ہے۔ تو نے ہمیں ہماری ضرورت کے مطابق قوتیں عطا کیں۔ اور ان قوتوں کی نشو و نما کے سامان پیدا کئے ہیں۔ گویا ہمارے قویٰ میں درجہ بدرجہ ترقیات عطا کر کے خدا تعالیٰ ہمیں بلندیوں اور کامیابیوں کی طرف لے جانے والا ہے اسی غرض کیلئے اُس نے

شریعتِ حقہ

کو قرآن کریم کی شکل میں نازل فرمایا۔ اس لئے اس سے دُعا کرو کہ وہ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اُن حدود کے اندر رہ کر اور اُن کے حقوق کو ادا کر کے جو اس نے مقرر کئے ہیں اپنی

ربوبیت اور نشو و نما کے سامان

پیدا کریں اور یہ دُعا گڑگڑا کر بھی کرو اور خفیہ بھی۔ اجتماعی طور پر بھی کرو اور انفرادی طور پر بھی اور یہ یاد رکھو کہ جب تک اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اس کے فضل کو جذب نہیں کیا جاتا، انسان حقوق کے دائرہ میں نہیں رہتا۔ وہ ان کو پامال کرتا ہے جو شخص حقوق کو پامال کرتا ہے اس کے متعلق فرمایا:-

" اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ "

اللہ تعالیٰ اعتداء کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ان سے پیار اور محبت نہیں کرتا۔ اعتداء کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا انسان کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:-

" وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا "

دینِ حق کے نزول کے بعد، حقوق کی تعیین کے بعد، حقوق کی وضاحت کے بعد اور اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے بعد کہ حقوق کی ادائیگی کے لئے مادی اور غیر مادی سامان پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی تقسیم ان اصول پر ہونی چاہیے جن کے نتیجہ میں اس دنیا میں اصلاح کے حالات پیدا ہوتے ہیں اور فساد کے حالات مٹ جاتے ہیں۔ امن کے حالات پیدا ہوتے ہیں اور خوف کے حالات دُور کر دیئے جاتے ہیں۔ ان حالات کے پیدا ہونے کے بعد

لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ

کی رُو سے اس زمین میں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک نیا روپ لے کر دُنیا کے سامنے آئی ہے اس میں فساد کے حالات

پیدا نہ کرو۔ پھر تاکیداً فرمایا کہ وَادْعُوْہُ کہ خدا تعالیٰ سے عاجزانہ دُعائیں کر کے اس کی برکتوں اور رحمتوں کو حاصل کرو اور اس کی نصرت اور مدد کو پاؤ تاکہ تم خوفاً اس خوف سے نجات پاؤ جو حق تلفی کے بعد پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے و طَمَعاً اور اس رجاء اور اُمید کے ساتھ دُعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہیں حقوق کی ادائیگی کے دائرہ میں رکھ کر خدا تعالیٰ کے پیار کو پانے والا بناوے۔ فرمایا اگر تم محسن بنو۔ اگر تم ہمارے احکام کو تمام بیان کردہ شرائط کے ساتھ بجالاؤ تو یاد رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت کو اپنے قریب پاؤ گے۔

پس آج کا میرا مضمون یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اعتداء کو پسند نہیں کرتا

انسان اعتداء کے بعد (جس کے معنے میں ابھی بتاتا ہوں) خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اپنی زندگی میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

عربی کے لفظ عدو (ع۔د۔و) کے مختلف معانی ہیں اور قریباً سارے معانی کا عکس اور ان کی جھلک اعتداء میں آجاتی ہے۔ اعتدوا کے معنے ہیں حق سے تجاوز کرنا۔ گو لغت میں یہ لفظ تین طرح بیان ہوا ہے لیکن میں اس وقت صرف دو کو لوں گا۔ حد سے تجاوز کرنے کے ایک معنے یہ ہوتے ہیں کہ حق تو نہیں ہوتا مگر اُس کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

حق سے تجاوز

کرنے کے ایک معنے یہ ہیں کہ دوسرے کا حق ہوتا ہے مگر اسے دینے سے انکار کیا جاتا ہے۔ گویا اپنے لئے یا غیر کے لئے۔ اپنے دوست کے لئے یا اپنے عزیز کے لئے۔ اپنے ہمخیال کے لئے یا اپنے ہم عقیدہ کے لئے اُن حقوق کا مطالبہ کرنا جنہیں اللہ تعالیٰ نے قائم نہیں کیا۔ یہ حق سے تجاوز کرنا ہے۔ دوسری طرف اُن حقوق کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذات اور اس کے عزیزوں کے لئے قائم کیا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمسایوں کے لئے قائم کیا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہم عقیدہ لوگوں کے لئے قائم کیا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کے لئے قائم کیا۔ گویا وہ حقوق جو خدا کے قائم کردہ ہیں۔ ان کو ادا نہ کرنا اور ان کی ادائیگی میں روک بننا، یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اور اس وجہ سے جب دوسرے کی حق تلفی کے معنے میں یہ تجاوز ہو تو اس کے معنے ہوتے ہیں ظلم اور دشمنی کے ساتھ اور بغض سے دوسرے کو ایذاء پہنچانا۔ یعنی دشمنی اور بغض کی وجہ سے کسی کو دُکھ دینے کی خواہش رکھنا اور دُکھ پہنچانے کے لئے کوشش کرنا اعتداء ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص حق سے تجاوز کرے گا اور حق تلفی کرے گا اور دشمنی اور بغض کے نتیجہ میں دُکھ پہنچانے کی کوشش کرے گا تو خدا تعالیٰ اُس سے پیار نہیں کرے گا۔ اور یہ

ایک بڑا زبردست اعلان

ہے جو ان آیات میں کیا گیا ہے۔

ان آیات سے جو مطلب ہم اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اجتماعی اور انفرادی دُعاؤں کے ساتھ جب تک ہم اپنے پیدا کرنے والے ربّ کریم کو مدد کے لئے نہ پکاریں اُس وقت تک ہم اُن حدود میں جو خدا تعالیٰ نے قائم کی ہیں، رہ نہیں سکتے۔ یعنی انہی حدود میں رہنے کے لئے دُعاؤں کی ضرورت ہے۔ آج کی اندھی دُنیا دُعاؤں پر زور دینے کی بجائے اپنی عقل پر فخر کرتی ہے۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کے قائم کردہ دائرہ حدود میں رہنے کے لئے تمہیں عقل کی ضرورت تھی اور وہ تمہیں ہم نے عطا کردی۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ حقوق کی ادائیگی کے لئے اور خدا تعالیٰ کے قائم کردہ حقوق کے حصول کے لئے جو اعمال تم بجالاتے ہو اس میں تم کامیاب تبھی ہوسکتے ہو جب دُعائیں کرو۔ ٹھیک ہے عقل بھی ایک عطاء الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ لیکن عقل اسی وقت صحیح کام کرسکتی ہے جب اُسے خدا تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم اور وحی کی روشنی حاصل ہو۔ الٰہی نور کے بغیر عقل کو وہ روشنی نہیں ملتی جو عقل کو صحیح راستوں پر چلا سکے اور کامیابیوں تک عقلمندوں کو لے جاسکے۔

اس سے ایک تو ہمیں یہ پتہ لگا کہ اپنے حقوق لینے ہوں تو بھی دوسروں کے لئے سُکھ پیدا کرنے ہوں گے۔ اور دُکھوں سے بچانا ہو تو بھی دُعاؤں کی ضرورت ہے نہ کہ کسی اور چیز کی۔ کیونکہ جب تک عاجزانہ دُعاؤں کے ساتھ اور جب تک

اجتماعی اور انفرادی دُعاؤں کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب نہیں کرتا، اُس وقت تک وہ حق کے دائرہ کے اندر نہیں رہ سکتا۔ نہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے اس کی کوششیں جائز ہوں گی نہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اس کے اندر ایک جذبہ اور جوش پیدا ہوگا۔

دوسری بات ہمیں یہ بتائی گئی ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے حقوق کے دائرہ میں نہیں رہتا اور زیادتی کرتا ہے اور تجاوز کرتا ہے اور حق تلفی کرتا ہے اور دشمنی اور بغض سے دوسرے کو ایذاء پہنچاتا ہے اور اپنے لئے وہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کا حق نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو کھو بیٹھتا ہے

اس ضمن میں ہمیں دُنیا میں

دو قسم کے لوگ

نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو عادتاً دوسروں کو سُکھ پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اپنی بدقسمتی سے دوسروں کو دُکھ پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو کم و بیش دُنیا کے ہر خطہ میں نظر آتی ہے۔ اس وقت دنیاوی لحاظ سے جو ترقی یافتہ ممالک ہیں انہوں نے جو ترقی کی ہے اُس کا راز بھی یہی ہے کہ انہوں نے اس حقیقت کو پہنچانا کہ دوسروں کو سُکھ پہنچانے کے نتیجہ میں اور ان کے دُکھ دُور کرنے کی وجہ سے قومیں ترقی کیا کرتی ہیں۔

میں نے کئی ایسے واقعات پڑھے ہیں مثلاً انگریز قوم کو ایک وقت میں برطانوی سلطنت پر بڑا ناز تھا۔ دنیا میں انگریزوں کی طاقت پھیلی ہوئی تھی۔ دُنیا کے ایک بڑے علاقے کو انہوں نے اپنے ماتحت کر رکھا تھا۔ چنانچہ اگر سنگاپور یا ملائشیا یا کسی اور دور دراز علاقے میں کسی انگریز کی دس ہزار پونڈ کی حق تلفی ہوتی یعنی کوئی شخص کسی انگریز کے دس ہزار پونڈ مار لیتا تو برطانوی حکومت اس دس ہزار پونڈ کے حق کی ادائیگی کے لئے تیار ہوجاتی تھی اور پورا زور لگاتی تھی اور اپنی طاقت کے بل پر اُس کو دس ہزار پونڈ دلواتی تھی چاہے اُس کے اوپر اسے کتنا بھی خرچ کیوں نہ کرنا پڑے۔ گویا فردِ واحد کو ذہنی جسمانی اور دُنیاوی حقوق کے لحاظ سے دس ہزار پونڈ کے ضیاع سے جو دُکھ پہنچا تھا، اس کو دُور کرنے کے لئے ساری ایمپائر (EMPIRE) متوجہ ہوجاتی تھی۔ وہ یہ نہیں کہتی تھی کہ اتنی بڑی ہماری سلطنت ہے اور اتنی دولت ہمارے پاس جمع ہوچکی ہے ایک آدمی کے دس ہزار پونڈ ضائع ہوگئے تو کیا بات ہے۔ اس لئے کہ جو

قوم اور مملکت

اپنے شہریوں کو حقوق دلانے کے لئے ہر وقت چوکس اور بیدار نہیں رہتی، وہ قوم اس دنیا میں ترقی نہیں کرسکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ اس حقیقت کے باوجود استثنائی طور پر ہمیں انگریزوں میں ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو دوسروں کو ایذاء پہنچا کر اور دُکھ دے کر خوشی اور مسرت حاصل کرتے ہیں۔ اب تو ان کی حالت بدل گئی ہے لیکن کسی وقت میں ان کی بہت بڑی سلطنت تھی جس کے متعلق اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ اس پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ (اب تو غروب ہونے لگ گیا ہے) تاہم غروب ہوتا ہے یا نہیں، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ دراصل دیکھنے والی بات یہ ہے کہ انہوں نے جو ترقی کی ہے اس کے لئے انہوں نے کن اصولوں کو اپنایا تھا۔ ان میں سے ایک اصول یہ تھا کہ قوم کے دُکھوں کو اور افراد کے دُکھوں کو دُور کرنے میں قوم کی زندگی اور ترقی کا راز پوشیدہ ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کو دُکھ پہنچا کر خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ یعنی بگڑی ہوئی فطرت غلط رنگ میں دنیا کے سامنے اپنی

طاقت اور کوشش کا مظاہرہ

کرتی ہے۔ جو قومیں ترقی یافتہ نہیں، اُن میں ہمیں یہی دو قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جن کو اس راز کا علم نہیں ہے اور وہ اپنے ہی بھائی بند کو دُکھ پہنچانے میں خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ گویا وہ اپنی خوشی اور مسرت کے حصول کے لئے دوسروں کو دُکھ پہنچاتے ہیں۔ لیکن ان کا ایک حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جس کی یہ ذہنیت نہیں ہوتی۔ وہ ملک میں رہنے والے ہر شہری کو سُکھ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دُکھوں کو دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غیر ترقی یافتہ اور ترقی کی خواہش رکھنے والی اقوام میں مختلف نسبتوں کے ساتھ یہ ذہنیت ہمیں نظر آتی ہے۔

اس تمہید کے بعد مَیں اپنے ملک کی طرف آتا ہوں۔ ہمارے ملک میں یہ گندی ذہنیت بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور اس میں صرف احمدیت کا تعصب نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی آپ کو کوئی دُکھ پہنچانے والا ملتا ہے۔ وہ عام شہری ہے یا حکومت کا کوئی کارندہ اسے دیکھ کر آپ یہ نہ سمجھ لیا کریں کہ وہ صرف احمدیت کی وجہ سے آپ کو دُکھ پہنچا رہا ہے۔ ہمارے اس ملک میں کثرت کے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ایک دوسرے کو دُکھ پہنچانے میں مصروف ہیں مثلاً سُنی سُنی کو دُکھ پہنچا رہا ہے اور شیعہ شیعہ کو دُکھ پہنچا رہا ہے۔ اور اپنے ہی گھر والا اپنے بھائی کو دُکھ پہنچا رہا ہے۔ کیا آپ اخباروں میں بھائیوں کی آپس میں لڑائیوں کے متعلق نہیں پڑھتے؟ تو وہاں تو عقیدہ کے اختلاف کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ ایک ہی گھر میں پیدا ہوئے ایک ماں باپ کی اولاد لیکن اُن کی ذہنیت ایسی ہے کہ ہر بھائی دوسرے کو دُکھ پہنچانے میں

لذّت اور سرور

محسوس کرتا ہے۔ بدقسمتی سے اس قسم کی ذہنیت والے لوگ حکومت کے نوکر اور عوام کے خادموں میں بھی ہیں لیکن ان کی کثرت نہیں ہونی چاہیئے۔ استثنائی طور پر تو جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے انگریز کے زمانہ میں بھی جب کہ برٹش ایمپائر پہ سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا شاید لاکھوں میں ایک آدمی اُن میں بھی ہو جو اذیّت پسند ہو لیکن جب قوم میں کثرت اس ذہنیت کے لوگوں کی ہو جائے کہ کسی کو سُکھ نہیں پہنچاتا۔ دوسروں کو دُکھ پہنچاتا ہے اور دُکھوں کو دُور نہیں کرتا۔ اور اگر کسی کو سُکھ پہنچا ہوا ہو اور وہ چَین سے زندگی بسر کر رہا ہو تو اس کو اس سے محروم کرنے کی کوشش کرتی ہے، تو پھر قوم ترقی کر ہی نہیں سکتی اس لئے کہ مملکت کے شہریوں کے مجموعہ سے مملکت اور ملک بنتا ہے مثلاً اگر ہر فرد کو ایک ایک کرکے اور چُن چُن کر غریب بنا دیا جائے تو سارا ملک غریب ہو جائے گا۔ اگر ایک ایک آدمی کو پڑھائی سے اور علم سے محروم کر دیا جائے تو وہ جاہلوں کی قوم بن جائے گا۔ لیکن اگر انفرادی طور پر

ہر فرد کو علم سکھایا جائے

اس کی علمی ترقی کے لئے کوشش کی جائے۔ اگر وہ روزی کمانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو اس میں اس کی مدد کی جائے حصولِ رزق کے لئے اس کی رہنمائی کی جائے۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ اس کی کوششیں بار آور ہوں اور وہ امیر بن جائے۔ اگر ہر فرد امیر ہو جائے تو گویا ملک امیر بن جائے گا۔ اگر پچاس فیصد لوگ امیر ہوں اور پچاس فیصد غریب ہوں تو وہ ملک درمیانہ درجہ کا ہوتا ہے۔ اقتصادی لحاظ سے وہ کوئی دولتمند ملک نہیں کہلائے گا۔ اسی لئے جمہوریت کی یہ تعریف کی گئی ہے (طالب علمی کے زمانہ میں یہ میرا مضمون رہا ہے) کہ جمہوریت کچھ اس قسم کی حکومت ہے کہ جس میں ONE FOR ALL AND ALL FOR ONE کا اصول کارفرما ہوتا ہے یعنی ہر فرد قوم کی خاطر زندگی گزار رہا ہوتا ہے اور ساری قوم اس ایک فرد کے لئے زندگی گزار رہی ہوتی ہے۔ یہ ہے

جمہوریت کی صحیح تعریف

بڑے بڑے ماہرینِ سیاست نے اپنی فلسفیانہ بحثوں میں یہ کہا ہے کہ فردِ واحد یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں سب کے لئے قربانی دے کر بہت سی باتوں سے محروم ہو جاؤں گا اس لئے کہ "ایک سب کے لئے اور سب اُس ایک کے لئے" کے اصول کی رُو سے فرض کرو کسی ملک کی آبادی چھ کروڑ ہے تو اگر ایک شخص چھ کروڑ کے لئے قربانی دے رہا ہے تو اس کو اس لئے نقصان نہیں کہ چھ کروڑ اُس کے لئے قربانی دے رہے ہوں گے اور اُس کو بہرحال فائدہ ہے کیونکہ اُس ایک نے اپنا سب کچھ قوم کی خاطر کھو دیا اور چھ کروڑ سے کچھ حاصل کر لیا۔ پس اس ایک نے جو کچھ کھویا اس کے مقابلہ میں چھ کروڑ سے جو حاصل کیا وہ بہرحال زیادہ ہے۔ وہ عقلاً بھی زیادہ ہے اور عملاً بھی زیادہ ہے جمہوریت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ چھ کروڑ میں سے پانچ کروڑ نوّے لاکھ کی اکثریت دس لاکھ کو کھا جائے اور کہے کہ جو اکثریت ہے، وہ اقلیت کو دُکھ ہی پہنچایا کرتی ہے اور کھا ہی لیا کرتی ہے، یہ جمہوریت نہیں۔ یہ ایذا دہی ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے:-

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

جب قوم کی اکثریّت اعتداء کے گناہ میں ملوث ہو جائے اور اکثریت ایک دوسرے کو دُکھ پہنچانے لگے۔ اور اعتقاد اعتقاد کا فرق، قوم قوم کا فرق، خاندان خاندان کا فرق، علاقے علاقے کا فرق اور خطّے خطّے کا فرق ہونے لگے اور ایذاء دہی کی بنیاد بنے تو اس قسم کا تعصّب اور اس قسم کی ذہنیت جس کا مقصد ایک دوسرے کو ایذا اور نقصان پہنچانا ہوتا ہے، ملک و ملت کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ ایسی ذہنیت اعتقادات کی حدود کو پھاند کر بہت آگے نکل جاتی ہے۔ ملک کی اکثریت یا ایک بڑے بھاری حصّہ میں جب یہ ذہنیت پیدا ہو جائے تو قوم کی ہلاکت کے سامان تو پیدا ہو سکتے ہیں قوم کی نجات اور اس کی فلاح اور ترقیات کے سامان نہیں پیدا ہو سکتے۔ کیونکہ کوئی قوم دین و دُنیا میں ترقی نہیں کر سکتی جب تک دینی معاملات میں خدا تعالےٰ کے پیار کو اور دنیوی معاملات میں خدا تعالیٰ کی مدد کو حاصل نہ کرے۔ ہمارا اللہ صرف رحیم نہیں جو مومن کو اس کے

اعمال کا بہترین پھل

عطا کرتا ہے۔ بلکہ ہمارا اللہ ربّ بھی ہے جو مومن و کافر کی بھلائی کے سامان پیدا کرتا ہے۔ جو لوگ اُس کو گالیاں دینے والے ہیں اُنہیں بھی وہ بھوکا نہیں مارتا۔ دُنیوی لحاظ سے اُن کی ترقیات کے راستہ میں فرشتوں کی فوجیں کبھی حائل نہیں ہوتیں۔ ان کو ترقی کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب صرف اس لئے نہیں بھڑکتا کہ ان لوگوں نے اپنے ربّ کو پہچانا نہیں بلکہ جس وقت اس کی مخلوق اور اس کا پیدا کردہ انسان ظلم کی انتہا کو پہنچتا ہے تو اپنے دوسرے بندوں کو ان ناسمجھ انسانوں کے ظلم سے اور اُن کے اعتداء سے بچانے کے لئے اُس کا قہر بھڑکا کرتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

ویسے قرآن کریم نے یہ بھی کہا ہے کہ جن لوگوں کی ساری توجہ اور کوشش اور اعمال دُنیا کے لئے ہو گئے خدا نے ان کو دُنیا دے دی کیونکہ دینی عقائد کی رُو سے اعمالِ صالحہ بجا لانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے پیار اور اُس سے محبت رکھنے کے اور اس کی راہ میں قربانیاں دینے کے نتائج اور ثواب اگلی دُنیا میں ملتے ہیں۔ یہاں اس دُنیا میں تو اعمال کے نتائج اور ثواب کی ایک چھوٹی سی جھلک ہمیں نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کا تعلق اُن اعمال کے ساتھ ہے جو دین کی حالت میں انسان بجا لاتا ہے یا جو خدا کی راہ میں اُس کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے انسان پیش کرتا ہے اپنے مال سے، اپنے وقت سے اور اپنے سُکھ اور آرام کو چھوڑ دینے سے، جو اس کی جزاء انسان کو مرنے کے بعد ملتی ہے، وہ جنّت ہے جہاں خدا تعالیٰ کا پیار ایسے رنگ میں سامنے آجائے گا کہ انسان

حقیقی مسرّت اور خوشی

سے سرشار ہو جائے گا۔ ہم سب اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے ہم سب کے لئے حقیقی خوشی کے سامان پیدا کرے گا۔

بہر حال اِس وقت ہماری آنکھ وہ چیز دیکھ نہیں سکتی جو اُخروی زندگی میں خدا رسیدہ انسان کے لئے مقدّر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ یہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ اِس وقت میں یہ بتا رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس دُنیا میں صرف مومن ہی کو اس کے دین اور دُنیوی اعمال کی وجہ سے جزا نہیں دیتا بلکہ جو لوگ مومن نہیں ان کے جو اعمال ہیں اُن کا بھی نتیجہ ربّ ہونے کے لحاظ سے اور رحمٰن ہونے کے لحاظ سے نکالتا ہے۔ یعنی وہ کوششیں اگلی اُن کی شروع بھی نہیں ہوئی تھیں کہ ان کی کامیابی کے سامان اُس نے پیدا کر دیئے تھے اور درجہ بدرجہ اُن کو دُنیوی کامیابیوں کی طرف دُنیوی کوششوں کے نتیجہ میں لے جا رہا ہے۔

پس جس ملک میں خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف دُکھ پہنچانے کی ذہنیت زیادہ ہو جائے وہ قوم ترقی نہیں کیا کرتی اور خدا کو نہ پہچاننے والے اور اس کا عرفان نہ رکھنے والے بھی اگر اس اصول کو سمجھنے لگیں (خواہ وہ یہ نہ بھی سمجھیں کہ خدا نے یہ اصول قائم کئے ہیں) لیکن اِس اصول کو سمجھنے لگیں کہ دُنیوی ترقیات کے لئے اجتماعی کوششیں ضروری ہیں تاکہ ہر فرد کے دُکھوں کو دُور کیا جائے تب ہی مُلک کی حالت سُدھر سکتی ہے کیونکہ اگر ہر فرد دُکھی ہو گا تو وہ قوم خوشحال کیسے ہوگی؟ اس کے چہروں پر مسکراہٹیں کیسے آئیں گی۔ یہ تو الٰہی جماعتوں کی استثنائی حالت ہے کہ دُنیا والے سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں دُکھ پہنچا رہے ہیں مگر ان کے چہروں پر اسی طرح مسکراہٹیں ہیں جس طرح پہلے تھیں۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ

الٰہی سلسلوں کی مُسکراہٹوں کا سرچشمہ

خدا تعالیٰ کا پیار اور اس کی رحمت ہوتی ہے۔ کوئی دُنیوی وجہ ان کی مُسکراہٹوں کی نہیں ہوتی اس لئے دُنیا ان کی مُسکراہٹیں نہیں چھین سکتی۔ خدا تعالیٰ کا پیار اُن کی مُسکراہٹوں کا منبع ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو دنیا کی کوئی طاقت اُن سے چھین نہیں سکتی دُنیا سمجھتی ہے کہ اُس نے اُنہیں عذاب میں مبتلا کیا مگر ان کے دل خدا تعالیٰ کے پیار سے اس طرح بھرے ہوتے ہیں کہ اُن کے رُوئیں رُوئیں سے اُس کی لذّت اور سرور پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہا ہوتا ہے۔ پس اِن دو آیات کی تفسیر سے میں یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ

دُنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں

ایک وہ جو دوسروں کو دُکھ دینے میں لذّت محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ہدایت کے سامان پیدا کرے اور قوم کو ایسی ذہنیت سے محفوظ رکھے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو ہر غیر کو بھی سُکھ پہنچانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اپنا ہے یا بیگانہ بلکہ ہر ایک کو سُکھ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے کسی احمدی کو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ سُکھ پہنچانے کے لئے کسی احمدی کی تلاش کی جائے بلکہ اُسے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُسے سُکھ پہنچانے کے لئے کسی انسان یا کسی حیوان یا کسی حِس رکھنے والی مخلوق کی ضرورت ہے دُنیا سے دُکھ کو دُور کرنا اس کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ اگر اس نے خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے تو اُسے یہ طریق اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اگر وہ دُنیا میں دُکھ پیدا کرنے کا موجب بنے گا تو خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کے پیار سے اور اس کی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ تیسری بات ہمیں ان آیات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ

قرآنِ عظیم ایک عظیم شریعت ہے

اُس نے مخلوق کے حقوق قائم کئے۔ اور اصلاح کے سامان پیدا کئے۔ اسی لئے فرمایا بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ تو اصلاح کے سامان خود قرآن کریم نے پیدا کئے ہیں۔ گویا ہر انسان کے حقوق کی اور حیوانات کے حقوق کی اور نباتات کے حقوق کی اور جمادات کے حقوق کی یعنی ہر مخلوق کے حقوق کی تعیین قرآنِ عظیم میں پائی جاتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اس عالمین میں اصلاح اور صلاحیت، امن اور آشتی کی ایک فضا پیدا ہوتی ہے۔ پس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے اور پہلے مسلمان کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ انسانی حقوق قائم کر دیئے گئے۔ انسان اپنے حقوق کے دائرہ کے اندر رہ کر فساد کے حالات سے بچے اور اصلاح کے حالات پیدا کرے کیونکہ حق سے تجاوز کرنا ہر دو معنی میں جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے فساد کے حالات پیدا کرنے کے مترادف ہے

پھر فرمایا تم دُعائیں کرو اور

بہت دُعائیں کرو

کہ تم خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والے نہ بن جاؤ۔ خَوْفًا اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ کہیں ناراض نہ ہو جائے، حقوق کے دائرہ کے اندر اپنے اعمال کو رکھو یعنی اپنے حق سے زیادہ نہ مانگو اور نہ لو۔ کسی اور کی حق تلفی کرنے پر جرأت نہ کرو۔ تمہارے دلوں میں یہ خوف پیدا ہونا چاہیئے کہ اگر ایسا کیا تو پھر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور ہم اس کی جنّت کو نہیں پا سکیں گے۔ اور طَمَعًا اس اُمید پر، اس طمع سے کہ اگر ہم شرائط کے ساتھ عمل کریں گے تو محسن ہونے کی صورت میں اس کی رحمت پائیں گے۔ دراصل

مُحسِن کے معنی

ہیں تمام شرائط کے ساتھ حُسنِ عمل کرنے والا۔ صرف عمل کرنے والا نہیں بلکہ شرائط کے ساتھ جو عمل ہو گا وہ حسنِ عمل بن جائے گا۔ غرض جو شخص تمام شرائط پوری کرتے ہوئے حسنِ عمل بجا لانے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو قریب پائیگا۔ جو شخص دُکھ کے مقابلہ میں دوسروں کے لئے سُکھ کے سامان پیدا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بڑا پیار حاصل کرتا ہے۔

بعض دفعہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جی! لوگوں نے ہمیں بڑا دُکھ پہنچایا ہے اس لئے اس کا بدلہ (اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق) ہم لے لیں تو کیا کوئی حرج تو نہیں؟ میں ایسے لوگوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو! قرآن کریم نے بدلہ لینے کیلئے بھی اصول وضع کئے ہیں اور اس کے لئے بھی احکام جاری کئے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ تم اپنی مرضی سے جس قسم کا بدلہ لینا چاہو وہ لے لو۔ مثلاً قرآن کریم نے ایک بڑا حسین اصول یہ وضع کیا کہ

بدلہ لینے کا اصل مقصد

اصلاح ہونی چاہیئے۔ اگر کسی کو معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہے تو بدلہ لینے کا تمہیں حکم ہی نہیں۔ نہ قانون شکنی کی تمہیں اجازت ہے۔ اس کی بڑی لمبی تفصیل ہے۔ میں اصولاً یہ بتا رہا ہوں کہ خود بدلہ لینے کے قوانین وضع نہیں کرنے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ بدلہ اس رنگ میں نہ لو کہ حق سے تجاوز کر جاؤ۔ تم کسی سے اس رنگ میں بدلہ نہ لو کہ جس نے تم پر ظلم کیا مقابلہ میں بدلہ لیتے وقت تم نے بھی ظلم کر دیا اور اس کی حق تلفی کر دی۔ خدا نے اس کی اجازت نہیں دی۔ تم بدلہ لیتے وقت یہ خیال رکھو کہ اگر اس کی اصلاح کی اُمید ہو تو اپنا حق چھوڑ کر بھی اس شخص کی اصلاح کی کوشش کرو۔ تم کسی کی خوشی اور سُکھ کے لئے اپنے حق کی قربانی دے دو۔

پس ہمیں

قرآنِ عظیم کی ہدایات

پر ہر وقت غور کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اپنے اعمال کو ان احکام کے مطابق ڈھالنا چاہیئے۔ یہی انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے کہ خدا تعالیٰ کا پیار اور اس کی رضا حاصل ہو۔ اس کے لئے اس چھوٹی سی زندگی میں ہر قسم کی تکلیف اُٹھا کر اور ہر قسم کی قربانی دے کر اعمالِ صالحہ بجا لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہ زندگی جو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اُس میں ہمیشہ کے لئے ہمیں خوشی اور مسرتوں کے سامان میسّر آ جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ ٭٭

درخواستِ دُعا ٭ میرے ایک دوست جو قریباً چھ ماہ سے زیرِ تبلیغ اور متاثر ہیں گزشتہ تین ماہ سے ان کے کاروبار میں غیر معمولی ترقی ہو رہی ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں مبلغ ۱۰/- روپے بطور شکرانہ ادا کئے ہیں۔ احباب جماعت سے ان کے انشراح صدر کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔ خاکسار محمد حبیب الدین فضل پور

قسط نمبر (۴)

دانشور کون ہے؟

جناب عامر عثمانی صاحب مدیر "تجلی" دیوبند کی دانشوری کا تجزیہ

از الحاج مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

قیامت سے پہلے مسیحؑ کی دوبارہ آمد

مدیر تجلی دیوبند مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے بارہ میں رقمطراز ہیں:۔

الف۔ "احادیث میں اس کی تصریح ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ جو ابھی تک آسمانوں پر زندہ موجود ہیں۔ قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے۔ تو نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے۔ نہ اُن پر وحی نازل ہوگی۔"

ب۔ "حضرت عیسیٰ کو جس وقت نبوت دی تھی اُس وقت انہوں نے بھی یہی فریضہ ادا کیا تھا۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت سے اُنہیں آسمان پر اٹھا لیا۔ اور دنیا میں اُن کے کارِ نبوت کا اختتام ہوگیا۔ اب اگر اللہ انہیں پھر سے دنیا میں یہ ایں طور بھیجتا ہے۔ کہ وہ رسول اللہ کی اُمت ہی کے ایک فرد کی حیثیت سے رسالت محمدی کے تابع رہ کر بعض کام انجام دیں۔ تو آخر اس سے حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے میں کیا خلل پڑ گیا۔ اور مضمون قرآن سے ٹکراؤ کیسے لازم ہوگیا۔" (تجلی ماہ جنوری ۱۹۷۵ء صفحہ ۸)

ج۔ حضرت مسیحؑ کی آمد ثانی کے وقت اُن کی نسبت کو واضح کرنے کے لئے مدیر تجلی مثال دے کر تحریر کرتے ہیں:۔

"ہندوستان کا ایک صدر مملکت پانچ سال کے بعد ریٹائر ہوکر امریکہ چلا جاتا ہے پھر دوسرے صدر مملکت کے دور میں ہندوستان واپس آتا ہے اور موجودہ صدر مملکت کی ماتحتی میں رہ کر کچھ کام انجام دیتا ہے۔ تو اگرچہ اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ وہ پہلے ہندوستان کا صدر رہ چکا ہے۔ لیکن کیا یہ بھی کہیں گے۔ کہ اُس کی آمد سے موجودہ صدر مملکت کی صدارت پر حرف آگیا اور اُس کی آمد نے یہ ثابت کر دیا کہ موجودہ صدر بعد کا صدر نہیں ہے۔" (تجلی ماہ جنوری ۱۹۷۵ء صفحہ ۰)

مسیح ناصری بوجہ وفات پاجانے کے اصالتاً دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے!

مدیر تجلی نے محدثین کا یہ مسلمہ اصول خود تحریر کیا ہے کہ۔

"یہ اصول بے شک محدثین نے طے کر

امر سوم

دیا ہے۔ کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔ اُس کی یا تو مناسب تاویل کی جائے گی یا اُسے چھوڑ دیا جائیگا۔" (تجلی ماہ دسمبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۹)

لہٰذا جب قرآن مجید کی آیات قطعیۃ الدلالت سے حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات ثابت ہے اور اُن کے زندہ آسمان پر جانے اور رہنے کا امر ہی ثابت نہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ تو وہ احادیث جن میں مسیح موعود کے آنے کا ذکر ہے۔ اصول محدثین کے مطابق اُن کی مناسب تاویل کی جائے گی۔ کہ آنے والے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہو سکتا ہے اور وہ مثیل مسیح اُمت محمدیہ میں سے اُس کا ایک فرد ہوگا۔ نہ کہ اسرائیلی مسیح۔ کیونکہ جب مسیح ناصریؑ کا آسمان پر جانا ہی ثابت نہیں۔ تو اُن کے آسمان سے آنے کا عقیدہ بھی غلط اور اُن کا انتظار عبث اور فضول ہے۔ نیز رفع الی السماء کے بارہ میں مدیر تجلی اور اُن کے پیر و مرشد کے نظریات میں بھی اختلاف ہے۔

چنانچہ ہم اس بات کو پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ عامر عثمانی کیا بلکہ اُن کے پیر و مرشد مولانا مودودی صاحب بھی اقرار کر چکے ہیں۔ کہ

"۱۔ عیسیٰ ایک پیغمبر ہیں جن کے رفع جسمانی اور رفع الی السماء کی تصریح سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی قرآنی رو کے مطابق ہے۔"

(تفہیم القرآن مودودی صاحب صفحہ ۴۲۱)

۲۔ بلکہ انہوں نے ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء کو اچھرہ (لاہور) میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"وحیات مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا۔"

(ماخوذ از آئینہ مودودیت)

اسی لئے اُن کو اپنے "مفروضہ" پر بنیاد رکھتے ہوئے ایک غیر یقینی بات کہنا پڑی۔ کہ

"بالفرض وہ وفات ہی پاچکے ہوں۔ تو اللہ انہیں زندہ کرکے اٹھالانے پر قادر ہے۔" (رسالہ ختم نبوت)

گویا دِل تو مولانا مودودی کا بھی مانتا ہے کہ مسیح زندہ ثابت نہیں ہوسکتے۔ اس لئے بالفرض

کہہ کر وہ انہیں دوبارہ "زندہ" کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ امر محال ہے۔ کیونکہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ اس بارہ میں بالکل واضح ہیں۔ کہ فوت شدہ انسان دوبارہ اس دنیا میں نہیں آتا۔ اور مردوں کا دوبارہ زندہ ہوکر اس دنیا میں آجانا اسلامی تعلیم اور سنت الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الف۔ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ (انبیاء ع)

ب۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (الزمر ع)

کہ وہ بستی جس کو ہم تباہ کر دیتے ہیں۔ اُس کے لوگوں پر حرام ہے۔ کہ وہ اس دنیا کی طرف واپس لوٹیں۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص کی روح کو اُس کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ اور جس کی موت نہیں آئی۔ اُس کی روح کو اُس کی نیند کے وقت قبض کرتا ہے۔ پھر وہ جس کی موت کا حکم جاری کر چکا ہوتا ہے۔ اُس کی روح کو روک رکھتا ہے۔ اور دوسری کو ایک مدت مقررہ کے لئے واپس کر دیتا ہے۔

متذکرہ بالا آیات واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں۔ کہ وفات یافتہ دوبارہ اس دنیا میں زندہ ہوکر واپس نہیں آسکتے۔

پھر آنحضرت صلعم کی ایک حدیث اس مسئلہ کو بالکل ہی صاف کر دیتی ہے۔ جنگ اُحد میں حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہؓ شہید ہوگئے۔ تو حضرت جابرؓ اپنے والد کی شہادت کے نتیجہ میں اپنی خانگی ذمہ داریوں کا احساس کرکے قدرے غمگین ہوئے۔ اس بارہ میں حضرت جابرؓ سے خود مروی ہے:۔

"آنحضرت صلعم نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس قدر رنجیدہ کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے والد شہید ہوگئے ہیں نیز بچے اور قرضہ میرے ذمہ پڑ گیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ کیا میں تم کو اُس ملاقات کی خوشخبری نہ دوں۔ جو آپ کے والد صاحب کی اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا۔

کہ اللہ تعالیٰ دوسروں سے تو پس پردہ بات کرتا رہا ہے۔ مگر آپ کے والد سے اُس نے روبرو گفتگو فرمائی۔ اور کہا کہ اے میرے بندے! کوئی خواہش بیان کر میں اُسے پورا کردوں گا۔ آپ کے والد مرحوم نے کہا کہ اے میرے رب تو مجھے زندگی بخش تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ "سَبَقَ الْقَوْلُ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ" پہلے سے میری طرف سے اعلان ہو چکا ہے کہ مُردے دوبارہ دنیا میں واپس نہ ہوں گے۔" (مشکوٰۃ باب المناقب جلد ۴)

اس حدیث میں غور طلب امر یہ ہے۔ کہ خدا نے خود حضرت عبداللہؓ سے کہا۔ کہ کچھ مانگو اور اُس کی مانگ کو پورا کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ پھر مانگنے والا بھی شہید اور عالی مرتبہ صحابی تھا۔ مگر چونکہ یہ خواہش و تمنا کہ زندہ ہوکر دنیا میں واپس جاؤں خدا تعالیٰ کے صریح نص اور سنت کے خلاف تھی۔ اس لئے نفی میں جواب ملا۔

پس حضرت مسیح ناصریؑ جن کی وفات قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے الفاظ "بالفرض وہ وفات ہی پاچکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کرکے اٹھالانے پر قادر ہے" کی آڑ میں دوبارہ اصالتاً اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔

آمدِ مسیحؑ کے بارہ میں تین نظریات

مسلمانوں میں آمد مسیحؑ کے بارہ میں اس وقت عملاً تین نظریات پائے جاتے ہیں:۔

اوّل:۔ مدیر تجلی اور اُن کے پیر و مرشد مولانا مودودی صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ جسمانی طور پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور یہ کہ مسیح ناصریؑ ہی دوبارہ آئیں گے۔ بالفرض وہ وفات بھی پاچکے ہوں۔ تو خدا تعالیٰ اُن کو دوبارہ زندہ کرکے اس دنیا میں لائے گا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ نظریہ افراط پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ نظریہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث نبویہ صحیحہ کے صریح خلاف ہے۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ مسیح ناصریؑ وفات پاچکے ہیں۔ نہ وہ آسمان پر گئے اور نہ ہی وہ آسمان پر زندہ ہیں اور نہ ہی دوبارہ آئیں گے۔ نیز یہ کہ وفات یافتہ اس دنیا میں دوبارہ زندہ ہوکر واپس نہیں آتے۔ ظاہر ہے کہ جب تک از روئے قرآن مجید حضرت مسیحؑ کا آسمان پر جانا اور زندہ ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ تب تک اُن کے جسمانی نزول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوم:۔ دوسرا نظریہ علامہ اقبال اور دوسرے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔ جو حضرت مسیحؑ

روحانی آمد کے خیال کو مجوسیت کا نظریہ قرار دیتے ہیں۔ لوگ مسیح ناصریؑ کے آمد کے ہی نہیں بلکہ مہدی کی آمد کے بھی منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ نظریہ "مجوسیت" پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے جن کے نظریات پر "تجلی" کو ناز و فخر ہے۔ اپنا شاعرانہ تخیل ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

مینار دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
اب انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے
(باقیات اقبال ص۱۵۱)

اور ایک اور معاندِ احمدیت شورش کاشمیری مدیر چٹان لاہور مہدی کے ظہور کے بارہ میں رقمطراز ہیں:-

"رہا مہدی موعود کا عقیدہ تو یہ بھی زبوں کاروں اور بے ہمتوں کے کارخانے کا مضروب سکّہ ہے۔" (چٹان لاہور ۲۸ مئی ۱۹۶۲ء)

حالانکہ بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں مسیح موعود کی آمد کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور دیگر دوسری احادیث میں مہدی معہود کی آمد کا بھی ذکر ہے۔ ان منکرین مسیح موعود کے بارہ میں مولانا محمد عثمان فارقلیط رقمطراز ہیں:-

"جو علماء بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کے منکر ہیں جن میں مسیح موعود کی آمد کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ تکفیر کی زد میں نہیں آتے۔ شیخ محمد عبدہ مصری۔ سید رشید رضا مصری۔ شیخ شلتوت اور ہندوستان کے علامہ اقبال مرحوم احادیث پر جرح کرتے اور انہیں مجوسی عقائد سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی علماء نے بھی تکفیر نہیں کی۔"
(تجلی ماہ فروری ۱۹۷۵ء ص۷)

سوم :- تیسرا نظریہ اس بارہ میں وہ ہے جسے جماعت احمدیہ پیش کر رہی ہے۔ جو افراط و تفریط سے پاک اور عقلاً و نقلاً حق و انصاف پر مبنی ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری تو دیگر انبیاء کرام کی طرح وفات پا چکے ہیں۔ ہاں احادیث میں جس مسیح موعود کی آمد کی خوشخبری دی گئی ہے۔ وہ مسیح ناصریؑ نہیں بلکہ اُن کا مثیل مسیح محمدی ہے۔ نیز مسیح موعود اور مہدی معہود دو الگ الگ شخصیتیں اور وجود نہیں۔ بلکہ اس اُمت محمدیہ میں ظاہر ہونے والے مہدی موعود کو ہی حضرت مسیح ناصری کے صفات میں مماثلت کی وجہ سے "مسیح" کا لقب دیا گیا ہے۔

تشبیہ و مماثلت کے بارہ میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

"ایک چیز کا نام کا اطلاق دوسری چیز پر جو اُس کے اکثر خواص اور صفات میں مشابہ ہے جائز اور مستحسن ہے۔"
(ترجمہ از تفسیر کبیر جلد ۲ ص۶۸۹)

کسی سخی کو حاتم طائی اور کسی بہادر کو رستم کہنا اس کی واضح مثال ہے۔ کیونکہ بجائے اس کے کہ مسیح موعود سے متعلق احادیث کو مجوسیت کا نظریہ قرار دے کر مسترد کر دیا جائے بہتر ہے۔ کہ اُن کی مناسب تاویل کی جائے۔ تاویل بھی ایسی جس کی تائید قرآن مجید احادیث صحیحہ اور اقوال بزرگان سلف سے ہو۔

چنانچہ علامہ اقبال نے احمدیت کی مخالفت کرتے ہوئے بھی جماعت احمدیہ کے اس نظریہ اور تاویل کی معقولیت کا اعتراف کیا ہے کہ:-

"جہاں تک میں اس تحریک کا مطلب سمجھ سکا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایک فانی انسان کی مانند جام مرگ نوش فرما چکے ہیں نیز یہ کہ اُن کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے۔ کہ روحانی اعتبار سے اُن کا ایک مثیل پیدا ہوگا۔ کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"
(مجاہد لاہور ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء)

۲۔ اسی طرح امام سراج الدین ابن الوردی۔ مسیح کے نزول کے بارہ میں تین گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (گو امام صاحب خود اس امر کے قائل ہے کہ مسیح آسمان پر زندہ ہیں۔ وہ بجسدہ العنصری واپس آئیں گے۔)

"وقالت فرقۃ من نزول عیسیٰ خروج رجلٍ یشبہ عیسیٰ فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر ملک وللشریر شیطان ولا یراد الاعیان۔"
(فریدۃ العجائب و فریدۃ الرغائب ص۲۱۴)

کہ ایک اَور گروہ نے نزول عیسیٰ سے ایک ایسے شخص کا ظہور مراد لیا ہے۔ جو فضل و شرف میں عیسیٰ علیہ السّلام کے مشابہ ہوگا۔ جیسا کہ تشبیہ دینے کے لئے نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیتے ہیں مگر اس سے مراد فرشتہ یا شیطان کی ذات نہیں ہوتی۔

۳۔ حضرت محی الدین ابن عربی اس بارہ میں فرماتے ہیں۔

وجب نزولہٗ فی اٰخر الزمان بتعلقہٖ ببدنٍ اٰخر۔

کہ حضرت عیسیٰ کا نزول آخری زمانہ میں کسی اور بدن یعنی وجود سے متعلق ہوگا۔
یعنی حضرت عیسیٰؑ اصالتاً نہیں بلکہ بروزی طور پر آئیں گے۔
(تفسیر محی الدین ابن عربی برحاشیہ عرائس البیان ص۲۶۲)

۴۔ نیز محمد اکرام صاحب صابری لکھتے ہیں:-
"بعضے بر آنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ لا المہدی الّا عیسیٰ ابن مریم (اقتباس الانوار ص۵۲)

کہ بعض صوفیاء یہ نظریہ رکھتے ہیں۔ کہ عیسیٰ کی روح (یعنی کمالات روحانیہ) مہدی کے وجود میں بروز کریں گے۔ اور اسی بروز و ظہور کا نام اُس کا نزول ہے۔ اور یہ بروز حدیث لا المہدی الّا عیسیٰ کے مطابق ہے۔ کہ مہدی کوئی نہیں مگر عیسیٰ ابن مریم۔ گویا اُمت محمدیہ میں آنے والا مہدی ہی حضرت عیسیٰ کے ساتھ مماثلت تامہ کی وجہ سے عیسیٰ کہلائیگا۔

اور نزول مسیحؑ کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا جو عقیدہ ہے۔ وہ کوئی نیا عقیدہ نہیں۔ بلکہ علماء اُمت محمدیہ کے ایک گروہ کا پہلے سے یہی عقیدہ رہا ہے۔

مہدی و مسیح ایک ہی وجود کا نام ہے جو اُمت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

الف۔ "یوشک من عاش منکم ان یلقیٰ عیسیٰ بن مریم اماماً مھدیاً حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر" (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص۴۱۱)

یعنی قریب ہے۔ کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم سے، اس کے امام مہدی اور حکم و عدل ہونے کی حالت میں ملاقات کرے۔ گویا عیسیٰ بن مریم امام مہدی بھی ہوں گے۔ اور یہ امر تو سب علماء کو مسلم ہے۔ کہ امام مہدی اُمت محمدیہ کا ہی فرد ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ امام مہدی اور عیسیٰ موعود کا وجود ایک ہی ہوگا۔ ہاں البتہ اس مامور کی دو حیثیتیں ہوں گی۔ یہ موعود آنحضرت صلعم کا کامل بروز ہونے کی وجہ سے المہدی ہوگا اور حضرت عیسیٰ کا کامل بروز ہونے کی وجہ سے مسیح ہوگا۔ مگر وجود ایک ہی ہوگا۔ اور وہ اُمت محمدیہ کا فرد ہوگا۔

ب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
(۱) کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔
(بخاری کتاب بدء الخلق)

کہ اے مسلمانو! تم کیسے خوش نصیب ہوگے۔ جب کہ تم میں مسیح ابن مریم نازل ہوں گے اور وہ تمہارے امام ہوں گے۔ اور وہ تم میں سے ہوں گے۔

اس بخاری کی حدیث میں "منکم" کا لفظ بتلا رہا ہے۔ کہ مسیح موعود مسلمانوں میں سے ہی ایک فرد ہوگا اور وہ اُن کا امام ہوگا بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں "فامّکم منکم" کے الفاظ سے مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔ کہ ابن مریم سے مراد اسرائیلی مسیح نہیں۔ بلکہ یہ ابن مریم مسلمانوں میں سے اُن کا امام ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔

"کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامّکم منکم۔"
(صحیح مسلم مع شرح النووی جلد اول ص۸۶)

اس حدیث میں اور اس اُمت کے امام مہدی کو جو آنحضرت صلعم کا خلیفہ ہے۔ اور حضرت مسیح ابن مریم کا مثیل ہو کر آنے والا تھا۔ "ابن مریم" کا نام بطور استعارہ دیا گیا ہے۔

(۲)۔ اسی طرح ابن ماجہ (جو صحاح ستہ میں سے ہے) کی حدیث نبوی میں بھی صاف طور پر "لا مھدی الّا عیسیٰ" (ابن ماجہ جلد ۲ باب شدۃ الزمان) فرما کر کہ عیسیٰ کے سوا اور کوئی مہدی موعود نہیں واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ موعود امام مہدی اور مسیح موعود دو الگ الگ شخصیتیں نہیں۔ بلکہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔

مسیح ناصری اور مسیح محمدیؑ کے حلیوں میں فرق

قارئین کرام! احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ مسیح ناصریؑ کا اور حلیہ اور آنے والے مسیح محمدیؑ کا اور حلیہ بیان کیا ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمت محمدیہ کا موعود مسیح۔ مسیح ناصری علیہ السّلام نہیں۔

مسیح ناصریؑ کا حلیہ

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح ناصریؑ کے حلیہ کے بارہ میں فرمایا:-

(۱) "رأیت عیسیٰ و موسیٰ و ابراھیم فامّا عیسیٰ فاحمر جعدٌ عریض الصدر۔"

(۲) "رأیت عیسیٰ فاذا ھو رجل ربعۃ احمر کانّما خرج من دیماس۔"
(بخاری جلد ۲ ص۱۶۵ مصری باب واذکر فی الکتٰب مریم)

کہ میں نے اُس رات حضرت عیسیٰ۔ موسیٰ اور ابراہیمؑ علیہم السّلام کو دیکھا۔ حضرت عیسیٰ سُرخ رنگ گھنگھریالے بال اور چوڑے سینے والے تھے۔ (اور دوسری روایت میں فرمایا) کہ حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا۔ وہ درمیانہ قد سُرخ رنگ نہایت حسین تھے۔ گویا وہ حمام میں سے نکلے ہیں۔

مسیح موعود محمدیؑ کا حلیہ

اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال معہود کے پیچھے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے مسیحؑ کو دیکھنے کا ذکر فرمایا۔ وہاں اُس مسیحؑ موعود کا حلیہ اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

(۱) فاذا رجلٌ اٰدم کاحسن ما یُریٰ من اُدم الرجال تضرب لمّتہٗ بین منکبیہ رجل الشعر۔"
(بخاری جلد ۲ ص۱۶۵ مصری)

نیز فرمایا:-

(۲) "بینما انا نائمٌ اطوف بالکعبۃ فاذا رجلٌ اٰدم سبط الشعر فقلت من ھذا قالوا ھذا المسیح ابن مریم۔"
(بخاری باب ذکر الدجال) (باقی ص۱۱ پر دیکھئے)

پونچھ میں دو روزہ احمدیہ مسلم کانفرنس

بقیہ صفحہ اوّل

ہمشیرہ اولاد کی قریباً ساری نسل دینِ اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے چنانچہ محترم صاحبزادہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ اور انچارج وقفِ جدید کی حیثیت سے ہندوستان کے تبلیغی مشنز کی نگرانی فرما رہے ہیں۔

موجودہ زمانے کی عالمی پیچیدگیاں اور اُن کا حل اسلام میں

اس عنوان پر مکرم الحاج مولوی حکیم محمد دین صاحب نے ایک علمی تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے اشتراکیت اور سوشلزم وغیرہ کی کوششوں کا ذکر کر کے ان سے پیدا ہونے والی قباحتوں کا ذکر کیا۔ اور ان تمام مسائل کا جو حل اسلام نے پیش کیا ہے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فاضل مقرر نے دولت کی صحیح تقسیم، غرباء پروری۔ انسانی برادری بین الاقوامی تعلقات۔ معاہدات اور اُن کی پابندی اور پیشوایانِ مذاہب کا احترام جیسے اہم امور کے متعلق اسلامی تعلیمات پیش کیں۔

اس تقریر کے بعد پونچھ کے ایک معزز دوست سردار اکالی درشن سنگھ صاحب نے حالیہ اینٹی احمدیہ فسادات میں مساجد و قرآن کریم جلائے جانے کی تصاویر دیکھ کر پنجابی زبان میں کہی ہوئی اپنی ایک نظم سنائی نیز اسی طرح شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی ایک نظم سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

اسلام اور سائنس

مذکورہ عنوان پر مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد نے ایک ٹھوس تقریر فرمائی۔ موصوف نے سب سے پہلے اس امر کی وضاحت کی کہ مذہب اور سائنس میں بظاہر جو تصادم نظر آتا ہے وہ محض لفظی نزاع ہے ورنہ مذہب خدا کا کلام اور سائنس خدا کا فعل ہے ان دونوں میں تصادم ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جہاں بظاہر تضاد نظر آتا ہے وہ محض غلط ترجمانی کی وجہ سے ہے۔ فاضل مقرر نے بتایا کہ اسلام نے جا بجا سائنس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور موجودہ زمانے میں سائنسی تحقیقات جو منصۂ شہود پر آئی ہیں ان کو چودہ سو سال قبل قرآن مجید نے جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے حوالہ سے فاضل مقرر نے حسب ذیل امور پر خصوصیت سے روشنی ڈالی۔ ا۔ دنیا کی ہر مخلوق مفید ہے۔

ii۔ دنیا کی ہر چیز جوڑا ہے۔ iii کائنات عالم کی ابتداء کیسے ہوئی اور کیا کیا تغیرات رونما ہوئے۔

iv۔ زمین کی گردش کے بارے میں موجودہ سائنسدانوں کی تحقیق اور قرآن مجید کا بیان۔

v۔ اجرام فلکی میں آثارِ حیات۔

vi۔ زمین کی کشش ثقل اور لاسلکی پیغام رسانی وغیرہ۔ اور آخر میں اس چیز کا ذکر کیا کہ اسلام ایک دینِ فطرت ہے اور یہ حقیقی اور ثابت شدہ سائنس کے مخالف ہو ہی نہیں سکتا اور اسی چیز کو حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے آج سے اسّی سال قبل دنیا کے سامنے پیش کیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر گردیال سنگھ صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی آمد پر خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے پُر خلوص خیالات کا اظہار کیا اور جماعت احمدیہ کی مساعی کی سراہنا کی۔

خطاب حضرت صاحبزادہ صاحب

آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ آپ کی بستی میں پہلی مرتبہ حاضر ہونے اور آپ کے پیار و محبت اور بھائی چارہ اور رواداری کے جذبات جو پہلے سُنا کرتے تھے ان کے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہاں مسلمان بھائی بھی ہیں، ہندو بھائی بھی ہیں، سکھ بھائی بھی ہیں۔ آپس میں پیار و محبت کا جو نظارہ دیکھا ہے وہ یہاں کے شہریوں کی خوش نصیبی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہر انسان اپنا عقیدہ رکھنے میں آزاد ہے اور ہمارے ملک کا قانون بھی ایسا ہے جس میں کسی مذہب کی حکومت نہیں۔ ہر مکتبِ خیال کو اپنے عقیدہ کی تشہیر و تبلیغ کی پوری آزادی حاصل ہے۔ ہم جماعت احمدیہ کے افراد بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور قرآن کریم کو کامل شریعت یقین کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم محسنِ انسانیت سمجھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہی إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرما کر انسانیت کے شرف کو بلند فرمایا۔ لیکن دنیا کے تہذیب یافتہ اقوام میں آج بھی گوروں اور کالوں کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور دنیا جبکہ عالمگیر روحانی بے چینی سے دوچار ہے۔ قادیان میں ایک شخص پیدا ہوا جس نے آواز بلند کی کہ مجھے خدا تعالیٰ نے انسانوں کی روحانی بے چینی کو دور کرنے اور عالمی رواداری اور انسانی برادری کے قیام کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ سے تعلیم یافتہ ہوں اور آپ کی غلامی میں مجھے اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ خلق کے لئے مامور فرمایا ہے۔ آپ کی یہ آواز قادیان سے نکل کر خدا تعالیٰ کے فضل سے آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہے۔ اور ایک کروڑ سے زائد دلوں کو جیت چکی ہے۔ یہ آواز یہاں تک بھی پہنچی اور سعید دلوں میں اثر کر رہی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تمام پیشوایانِ مذاہب کا احترام کرنا ضروری ہے۔ اور اسی امن بخش تعلیم کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے پھر سے تازہ کیا چنانچہ جماعت احمدیہ قرآن کریم کی اصولی تعلیم کی رو سے حضرت رامچندر اور حضرت کرشن اور حضرت مہاتما بدھ علیہم السلام اور اسی طرح جملہ پیشوایانِ مذاہب کو خدا کے برگزیدہ اوتار یقین کرتی اور ان کا احترام کرتی ہے۔

آخر میں صدر محترم نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے اندرون و بیرون ہند کے مشنز، مساجد، تراجم قرآن کریم کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی عظیم الشان تحریک صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ پر تفصیلی روشنی ڈالی اور فرمایا کہ خلافت ثالثہ کے مبارک دور میں یہ عظیم منصوبہ غلبۂ اسلام کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس مبارک دور کے متعلق بہت سی بشارتیں ہمارے پاس ہیں آخر میں آنمحترم نے فرمایا ہم آپ کے خادم ہیں۔ ہم انسانیت کے خادم ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ انسانیت کی سچی خدمت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہنچاتی ہے۔ آپ جماعت احمدیہ کے افراد کو ہمیشہ ہی اپنا خادم پائیں گے۔

آخر میں صدر محترم نے اجتماعی دعا فرمائی اور اس طرح کانفرنس کے پہلے دن کا پروگرام بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

کانفرنس کا دوسرا دن

اس کانفرنس کے دوسرے دن کا اجلاس ۱۲ ½ بجے دوپہر تا ۴ ½ بجے سہ پہر محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مکرم مولوی حکیم محمد دین صاحب کی تلاوت قرآن مجید اور مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس کی نظم کے بعد تقاریر کا آغاز ہوا۔

پیشوایانِ مذاہب

اس عنوان پر مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر نے تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر موصوف نے بتایا کہ روحانی اور جسمانی سلسلے اللہ تعالیٰ نے برابر برابر چلائے ہیں۔ چنانچہ جسمانی سلسلہ میں جہاں نظامِ شمسی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وہاں روحانی نظام میں سلسلۂ ارسالِ رُسل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

موجودہ زمانے میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق پیشوایانِ مذاہب کا احترام کرنے کی تلقین فرمائی اور امنِ عالم اور پیار و محبت کا شاندار اصول دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ اپنی تقریر کے آخر میں موصوف نے بتایا کہ اسی امن بخش تعلیم کے پیش نظر جماعت احمدیہ سال میں ایک مرتبہ پیشوایانِ مذاہب کا دن مناتی ہے جس میں ہر مذہب کا نمائندہ جماعت احمدیہ کے سٹیج سے اپنے مذہب اور پیشوا کی خوبیاں پیش کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ روحانی انقلاب

اس اجلاس کی دوسری تقریر مذکورہ عنوان پر خاکسار محمد انعام غوری نے کی۔ خاکسار نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا کرنے کی غرض سے مبعوث ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کردہ روحانی انقلاب کا اجمالی خاکہ پیش کرنے کے بعد خاکسار نے موجودہ زمانے کی روحانی و اخلاقی زبوں حالی کا ذکر کر کے بتایا کہ آج بھی اس عالمگیر روحانی تشنگی کی سیرابی کے لئے ایک مامور من اللہ کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مامور فرمایا اور آپ نے آکر دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب پیدا فرمایا۔ خاکسار نے مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے ضمن میں ہستی باری تعالیٰ۔ عظمت انبیاء علیہم السلام اور قرآن کریم کی عظمت کے قیام کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاندار مساعی کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی قائم کردہ جماعت کے جذبۂ عمل و ایثار اور قربانی و فدائیت کا تفصیل سے ذکر کیا۔

بعدہٗ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم نے خوش الحانی سے نظم سنائی۔

قرآن مجید کی پیشگوئیاں

اس عنوان پر مکرم الحاج مولوی حکیم محمد دین صاحب نے تقریر فرمائی۔ دورانِ تقریر موصوف نے بتایا کہ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اس کا نازل کردہ کلام قرآن مجید غیب کی خبروں کا خزانہ ہے۔ فاضل مقرر نے آیت اھدنا الصراط المستقیم ...... الایۃ اور آیت انا اعطینٰک الکوثر میں مذکورہ پیشگوئیوں کا وضاحت کے ساتھ ذکر

کرتے ہوئے بتایا کہ اس میں مسیح موعود و مہدی معہود کی آمد کے متعلق واضح پیشگوئی موجود ہے۔ نیز نئت نئی سائنسی ایجادات کے متعلق قرآن کریم کی بیشتر پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح آیت تبارک الذی جعل لک ان شاء قصورا ۔۔۔ الآیۃ میں مذکور پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ واقتدار اور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں اور صنعاء وغیرہ کے محلات و باغات پر مسلمانوں کے قبضہ کا ایمان افروز رنگ میں ذکر فرمایا۔ آخر میں موصوف نے آیت تبت یدا ابی لھب وتب ..... الآیۃ میں بیان شدہ زبردست پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت کی دو عظیم طاقتوں روس اور امریکہ کی تباہی کے متعلق قرآن کریم نے جو اشارہ دیا ہے۔ اس کا بالوضاحت ذکر فرمایا۔

جماعت احمدیہ کے عقائد

اس اجلاس کی آخری تقریر مذکورہ عنوان پر مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد نے کی۔ دوران تقریر آپ نے بتایا کہ ہر انسان کے عقیدہ کا تعلق اس کے دل سے ہوتا ہے۔ اور ہر انسان کا عقیدہ وہی ہوتا ہے جس کا وہ زبان سے اظہار کرتا ہے اس سلسلہ میں موصوف نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السّلام کے اقتباسات حاضرین کے سامنے پیش کئے کہ ہم بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں اور کلمہ لا الٰہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان رکھتے ہیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور قرآن شریف کو آخری شریعت یقین کرتے ہیں۔

موصوف نے دوران تقریر وفات مسیح، ختم نبوت کی حقیقت اور مسئلہ جہاد پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور بیشتر غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔

آخر میں فاضل مقرر نے پاکستانی اسمبلی کے ظالمانہ فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ایک منظم سازش اور مخالفت تھی جو جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی سے بغض و حسد کا نتیجہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے سلوک سے یہ بتا دیا کہ ہر مخالفت جماعت کی ترقی کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے۔

صدارتی خطاب

آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے پیغمبر اپنی خوبیوں اور کارناموں کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں۔ مکہ میں جہاں ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اسی بستی میں وہ لوگ بھی جو اسلام کے دشمن تھے یعنی ابوجہل، عتبہ اور شیبہ وغیرہ پیدا ہوئے۔ صداقت کا درخت اپنے شیریں ثمرات ظاہر کرتا گیا اور اللہ تعالیٰ نے غیر مفید وجودوں کو مٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم روز بروز آگے بڑھتا گیا۔

آنمحترم نے فرمایا۔ جماعت احمدیہ جو حضرت مرزا صاحب علیہ السّلام کے ذریعہ قائم کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی توحید کے قیام، اسلام کی خدمت۔ قرآن مجید کی اشاعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم کو ساری دنیا میں لہرانے کے لئے قائم فرمایا ہے۔ پہلے پنجاب میں اس کی مخالفت ہوئی پھر ہندوستان بھر میں مخالفت شروع ہوئی اور گذشتہ سال مخالفت پہلے سے بھی زیادہ تھی۔ ایسی مخالفتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلے ہی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

چنانچہ ایسے زور آور حملے کچھ ظاہر ہو چکے ہیں کچھ ہو رہے ہیں اور کچھ آئندہ ہوں گے۔ پس مخالفت کے نتیجہ میں یہ آواز قادیان تک محدود نہ رہی بلکہ پنجاب میں پھیلی، ہندوستان میں پھیلی اور آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس آواز کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا خدا کے فضل سے ہماری جماعت ہر ملک میں جہاں تبلیغ کی آزادی ہے قائم ہے اور ہماری جماعت کے افراد قرآنی تعلیم کے موافق جس ملک میں رہتے ہیں اس کی حکومت کے پورے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ اور فساد سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

آخر میں صدر محترم نے فرمایا۔ اے پونچھ کے باشندو! جماعت احمدیہ نے جس عاجزانہ طریق پر خدا تعالیٰ کی طرف سے بلند ہونے والی آواز کو پیش کیا ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرو۔ اور جب عقلی فیصلہ کرنے سے عاجز آ جائے تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی صداقت کے پہچاننے کا ایک نہایت شاندار طریق یہ بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ سے صدق دل سے فیصلہ چاہو اور جب حق کھل جائے تو دنیا کی ملامتوں سے نہ ڈرو۔ وہ اکیلا تھا جو نہایت کس مپرسی کی حالت میں قادیان سے خدا تعالیٰ کی آواز پر کھڑا ہوا اور آج ایک کروڑ دل اس کے ساتھ ہو گئے ہیں پس جب ایک سے ایک کروڑ ہو سکتے ہیں تو ایک کروڑ سے ایک ارب بلکہ کئی ارب ہو سکتے ہیں وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز۔

آخر میں مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس مبلغ انچارج پونچھ نے حکام بالا۔ اہالیانِ پونچھ۔ محترم حضرت صاحبزادہ صاحب اور جملہ افراد جماعت کا پُرخلوص شکریہ ادا کیا بعدہٗ صدر محترم نے اجتماعی پرسوز دعا فرمائی اس طرح یہ دو روزہ سالانہ کانفرنس بفضلہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

تربیتی اجلاس

مورخہ ۳۱ مارچ بعد نماز مغرب وعشاء احمدیہ مسجد میں محترم الحاج مولوی حکیم محمد دین صاحب کی صدارت میں ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت و نظم کے بعد مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم۔ مولوی عنایت اللہ صاحب۔ مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پر بھاکر اور صاحب صدر نے مختلف تربیتی موضوعات پر روشنی ڈالتے ہوئے احباب جماعت کو ان پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔

دعوت عصرانہ اور محترم صاحبزادہ صاحب کا خطاب

مورخہ یکم اپریل سہ پہر پانچ بجے آفیسران و معززین شہر کی خدمت میں جماعت کی طرف سے عصرانہ پیش کیا گیا جس کے لئے قبل از وقت دعوتی کارڈ بھیجے جا چکے تھے۔ ڈاک بنگلے کے عقب میں سبزہ زار پارک میں کرسیاں بچھائی گئی تھیں وقت مقررہ پر جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر۔ ایس پی صاحب سیشن جج صاحب اور ڈاکٹرز اور کلاء اور دیگر معززین شہر تشریف لائے۔ مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس کی تلاوت قرآن مجید کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ آپ نے جماعت احمدیہ کا تعارف کراتے ہوئے جماعت احمدیہ کے مخصوص عقائد اور خوبیاں جو دراصل اسلام کی خوبیاں ہیں۔ حکومتِ وقت سے وفاداری۔ پیشوایانِ مذاہب کا احترام وغیرہ پر روشنی ڈالی اور مسئلہ جہاد کے متعلق غلط خیالات کی تردید فرمائی اور ختم نبوت کی حقیقت کا جامع رنگ میں ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ وارفع مقام کی وضاحت فرمائی۔ اسی طرح آنمحترم نے تفصیل کے ساتھ اندرون و بیرون ہند کے تبلیغی مشنز کا تعارف کراتے ہوئے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ اس زمانے میں صرف جماعت احمدیہ شب و روز اسلام کی خدمت و اشاعت قرآن میں مصروف ہے اور دین اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کر رہی ہے۔

آخر میں آپ نے ہندوستان کے سیکولر نظام حکومت کی سراہنا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی رو سے ہر مکتبِ خیال کے لوگوں کو اپنے خیالات کے پرچار کرنے کی آزادی ہے۔ چنانچہ اس کی بدولت ہم احمدی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ جس کسی ملک میں اس قسم کی آزادی نہیں حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ کے مسیح کا امن بخش پیغام پہنچا رہے ہیں۔

خطاب کے بعد تمام احباب ڈاک بنگلہ کے ڈائننگ ہال میں تشریف لے گئے جہاں جماعت کی طرف سے عصرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ چائے نوشی کے بعد معززین نے جماعت احمدیہ کا لٹریچر جو باہر میزوں پر قرینے سے رکھا ہوا تھا اشتیاق سے لیا۔ اس موقع پر محترم صاحبزادہ صاحب نے جناب ڈپٹی کمشنر صاحب اور ایس پی صاحب کو قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام اور اسلامی اصول کی فلاسفی اور لائف آف محمدؐ وغیرہ کتب بطور تحفہ پیش کیں۔ جس کو انہوں نے بصد شوق قبول کیا اور شکریہ ادا کیا اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج پیدا فرمائے اور سب کو نیک توفیق عطا فرمائے اور ان پر حق و صداقت آشکار کر دے۔ آمین۔

ایک غیر از جماعت دوست کی طرف سے محترم صاحبزادہ صاحب کے اعزاز میں عشائیہ

میر جہانگیر صاحب جو نوجوان پارٹی کے روح رواں ہیں اور جنہوں نے شتی صاحب و دیگر دوستوں کے ساتھ مکرم مولوی حمید الدین صاحب کے ساتھ دوستانہ مراسم کی وجہ سے نہ صرف کانفرنس کے انتظامات میں قابل قدر تعاون کیا بلکہ مورخہ یکم اپریل کی شام کو ڈاک بنگلے ہی میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام بھی کیا جس میں جملہ اراکین وفد بھی شامل ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جناب سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

حکام پونچھ کا تعاون

حضرت صاحبزادہ صاحب کے اس دورہ کے موقع پر حکامِ پونچھ نے ہر طرح تعاون کیا۔ اور ضلع پونچھ و راجوری اور مضافات کے تمام سفروں میں حفاظتی انتظام کا خصوصی خیال رکھا۔ پونچھ ڈاک بنگلہ پہنچتے ہی کار خراب ہو گئی۔ درستی کے لئے کوئی ورکشاپ نہ تھی۔ محترم ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے ملٹری آفیسران سے تعاون حاصل کر کے کار کی درستگی کے سامان فرمائے۔ اس لئے ہم جناب ڈی سی صاحب، ایس پی صاحب اور ملٹری آفیسران کے ممنون ہیں۔

والی بال میچ

اگرچہ ہماری والی بال ٹیم مکمل نہ تھی تاہم جو بھی شریک سفر تھے پونچھ پولیس سلیکٹڈ والی بال ٹیم سے مورخہ ۳۱ مارچ کو میچ رکھا گیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری ٹیم نے مقابلے میں دو گیمیں جیت کر فتح حاصل کی فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

مورخہ ۲ اپریل کی صبح کو ۶ بجے مضافات

موصوف کی [illegible] دورہ کرنے کی غرض سے حضرت صاحبزادہ صاحب مع اراکین وفد پونچھ سے روانہ ہوئے اس کی رپورٹ دوسری قسط میں انشاءاللہ پیش کی جائے گی۔

دانشور کون ہے؟ — بقیہ صفحہ (۸)

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد جس کا رنگ گندمی ہے، گندم گوں مردوں میں سے ہے، بہت ہی خوبصورت ہے۔ اور اس کے بال اس کے کندھوں پر لٹکے ہوئے ہیں۔ سیدھے بالوں والا ہے۔ میں نے خواب میں کعبہ کا طواف کیا اچانک میں نے ایک آدمی دیکھا جس کا رنگ گندم گوں تھا اور اس کے بال سیدھے اور لمبے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے جس پر مجھے جواب دیا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کیا وہاں اُن کو سُرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والا بتایا ہے۔ اور جہاں آنے والے دجّال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا ہے وہاں گندم گوں اور سیدھے بالوں والا بیان کیا ہے۔ اس حلیے کے اختلاف سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل مسیح جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی وفات یافتہ انبیاء کے ساتھ معراج کی رات دیکھا وہ اَور ہیں۔ اور آنے والا مسیح جس نے فتنۂ دجّال کا مقابلہ کرنا ہے وہ اَور ہے۔

دونوں حُلیوں میں فرق ظاہر و بیّن ہے۔ کسی تشریح کی ضرورت نہیں

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

(باقی دارد)

درخواستِ دُعا

(۱) — مکرم بشیر احمد صاحب رفیق امام مسجد لندن تحریر کرتے ہیں کہ اُن کے چھوٹے بچے عزیز محمود احمد کے بارے میں ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ اس کے دل کے مقام پر آواز آتی ہے۔ اور اب ایک اور CONSULTANT سے عنقریب معائنہ کروایا جا رہا ہے۔ وہ بزرگانِ سلسلہ اور تمام درویش بھائیوں اور احبابِ جماعت سے بھی دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ وہ اپنی بوڑھی والدہ جن کو HEART ATTACK ہُوا ہے اور اپنے بوڑھے والد صاحب کے لئے بھی دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مبلغِ اسلام کے بوڑھے والدین کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور لمبی عمریں عطا کرے۔

مرزا وسیم احمد۔ قادیان۔

(۲) میری چھوٹی ہمشیرہ عزیزہ صابرہ بیگم سلّمہا اللہ تعالیٰ جو انگلینڈ میں رہتی ہیں۔ چودہ سال بعد ہم سے ملنے کے لئے ماہ مارچ میں بمبئی آئی ہیں۔ اُن کی آمد و ملاقات سے ہم سب کو ازحد خوشی ہوئی۔ مگر ہمشیرہ صاحبہ عرصہ دراز سے ذیابیطس کی مریضہ ہیں۔ اب یہاں آکر تبدیلی آب وہوا اور تبدیلی غذا کا ان کی صحت پر ناخوشگوار اثر پڑا ہے۔ وہ دو ہفتہ سے بعد ذیابیطس اور دوسرے عوارض سے بیمار ہوگئی ہیں۔ بعض دفعہ دن کو اور رات کو بیہوش ہوجاتی ہیں۔ چند دنوں میں کافی کمزور ہوگئی ہیں۔ گو علاج و معالجہ ہو رہا ہے۔ ان کی موجودہ حالت کو دیکھ کر ہمیں پریشانی ہوجاتی ہے۔ احبابِ کرام سے درخواست ہے کہ دردِ دل سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری پیاری ہمشیرہ صاحبہ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ جن خوشیوں اور تمناؤں کو لے کر وہ ہمارے پاس آئی ہیں ان سے بڑھ کر خوشیوں اور مسرتوں کو ساتھ لیکر بخیر و عافیت واپس تشریف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں اُن کا حافظ و ناصر ہو اور صحت و سلامتی کی لمبی عمر دے۔ آمین۔

خاکسار: شریف احمد امینی۔ بمبئی۔

اخبارِ قادیان

★ مورخہ ۱۰/۴/۷۵ مکرم سردر شاہ صاحب مع اہلیہ و بچہ عزیز وسیم احمد صاحب دارالسلام تنزانیہ سے زیارتِ مقاماتِ مقدسہ کے لئے قادیان تشریف لائے اور مورخہ ۱۲/۴/۷۵ کو واپس تشریف لے گئے۔

★ مورخہ ۱۰/۴/۷۵ کو ہی مسٹر نوایل کنگ صاحب عیسائی مشنری کیلیفورنیا (امریکہ) جو بٹالہ تشریف لائے تھے، بٹالہ سے جماعتِ احمدیہ کے مرکز کی زیارت کے لئے قادیان تشریف لائے۔ اور اسی روز واپس تشریف لے گئے۔

★ — الحمدللہ کہ محترم چوہدری بدرالدین صاحب عامل جنرل سیکرٹری لوکل صحت یاب ہوگئے ہیں اور حسبِ سابق اپنے کام کاج اور سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔

آریہ سماج کی صد سالہ تقریب اور علماء کی حسرتیں!!

بقیہ اداریہ صفحہ (۲)

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۷۳ء کے جلسہ سالانہ پر جماعتِ احمدیہ کے سامنے ۱۵¼ سال بعد منائی جانے والی جماعت کی صد سالہ جوبلی کی سکیم رکھی۔ اور اس وقت کے ابتدائی تخمینہ کے مطابق حضور نے جماعت کو ۲½ کروڑ روپیہ جمع کرنے کی تحریک فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ جماعت کے جذبۂ قربانی کے پیشِ نظر مجھے امید ہے کہ ۲½ کروڑ کی بجائے جماعت پانچ کروڑ جمع کرلے گی۔ لیکن تحریک کو جاری کئے ابھی چار پانچ ماہ ہی گزرے تھے کہ جماعت نے اپنے خلوص اور قربانی کا حیران کن مظاہرہ کیا۔ یعنی صرف چار پانچ ماہ میں ہی ساڑھے بارہ کروڑ روپے کے وعدے ہوگئے حتیٰ کہ صرف انگلستان ہی کی چھوٹی سی جماعت نے ۲½ کروڑ روپے پیش کردینے کا وعدہ کردیا۔ (واضح رہے کہ جماعت کی صد سالہ جوبلی پر ابھی تو ۱۴ برس باقی ہیں۔ کچھ پتہ نہیں کہ وقت آنے پر خرچ کی جانے والی رقم اس سے بھی کہیں تجاوز کر جائے)

اب آپ موازنہ کرلیں ایک طرف ہندوستان کے آٹھ کروڑ آریہ سماجی بھائی اپنی صد سالہ تقریب پر ایک کروڑ روپیہ جمع کرتے ہیں جسے جمعیۃ العلماء کا آرگن اسی ملک میں بسنے والے آٹھ کروڑ سے زائد مسلمانوں کی ہمتوں سے کہیں زیادہ کامیاب اور قابلِ صد مبارکباد قرار دیتا ہے۔ اور احتساب کے نام پر مسلمانوں کی بے عملی پر حسرت کرتا ہے۔ دوسری طرف ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی کُل ایک کروڑ کی غریب جماعت، جماعتِ احمدیہ ۱۵¼ سال بعد آنے والی جماعت کی صد سالہ جوبلی کے لئے ۱۲½ کروڑ کی رقم جمع کر لینے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ درانحالیکہ جماعت کے معمول کے سالانہ بجٹ کی مقدار بھی دو کروڑ چھ لاکھ روپے سے زیادہ ہے۔

مالی قربانی کے لحاظ سے زمین و آسمان کے اس فرق کی اصل وجہ احمدیوں میں جذبۂ قربانی کا اعلیٰ معیار، جماعتِ احمدیہ کا زندہ اور فعّال جماعت ہونا اور اُسے مؤیّد من اللہ قیادت کا میسّر ہونا ہے جس سے دوسرے مسلمان محروم و بے نصیب ہیں۔ اور یہی حقیقی اسلام اور سچّے مسلمانوں کی امتیازی خوبیاں ہیں۔ جن کی مثال یا تو صدرِ اسلام کے مسلمانوں میں مشاہدہ کی گئی ہے اور یا پھر اس زمانہ میں امام مہدی علیہ السلام کی جماعت یہ عملی نمونہ دکھا رہی ہے۔ کاش عبرت کی نگاہیں اس واضح حقیقت تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائیں۔ کیونکہ اسی سے ایک پکّے اور سچّے مسلمان کی عاقبت میں سرخروئی وابستہ ہے!! وباللہ التوفیق۔

یومِ مسیح موعود علیہ السلام کی تقریب پر جماعتہائے احمدیہ کے جلسے

مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے یومِ مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک تقریب پر اس کے شایانِ شان جلسے منانے کی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔ مگر بوجہ عدمِ گنجائش ان کی اشاعت سے معذرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی میں برکت ڈالے اور اس سے بڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جماعت احمدیہ یادگیر۔ حیدرآباد۔ بھدرواہ۔ کروناگاپلی۔ ننند گڑھ۔ ہبلی۔ کلکتہ۔ برہ پورہ۔ بھاگلپور۔ نیماپور۔ بنگلور۔ پینگاڈی۔ سکندرآباد۔ مدراس۔ مانڈوجن۔ لجنہ اماء اللہ مدراس۔ لجنہ اماء اللہ بنگلور۔ لجنہ اماء اللہ یادگیر۔ لجنہ اماء اللہ حیدرآباد۔ لجنہ اماء اللہ چنتہ کنٹہ۔

(ایڈیٹر بدر)

آپ کا چندہ اخبارِ بدر ختم ہے

مندرجہ ذیل خریدارانِ اخبارِ بدر کا چندہ آئندہ ماہ مئی ۷۵ء میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے۔ بذریعہ اخبار بدر بطور یاد دہانی آپ کی خدمت میں تحریر ہے کہ اپنے ذمہ کا چندہ بدر اپنی پہلی فرصت میں ادا کریں۔ تاکہ آئندہ آپ کے نام پرچہ جاری رہ سکے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے آپ کا اخبار بند ہو جائے اور کچھ وقت کے لئے آپ مرکزی حالات اور اہم دینی اعلانات اور علمی مضامین سے محروم ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔

مینیجر بدر قادیان

خریداری نمبر	نام خریداران	خریداری نمبر	نام خریداران
ل ۲۴	مکرم غلام حسین صاحب	۱۶۸۲	مکرم منظر الاسلام صاحب
ل ۳۷	محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ	۱۸۴۴	” سید مسعود احمد صاحب
۱۰۰۸	مکرم بابو عبدالرزاق صاحب	۲۰۲۲	محترمہ زینت النساء صاحبہ
۱۰۲۲	” حافظ یاسین صاحب	۲۱۱۶	مکرم مختار احمد صاحب
۱۰۶۱	” فضل الرحمٰن صاحب	۲۲۰۲	” محمد سلیمان خان صاحب
۱۰۶۹	” ایس - ایم - رضوان صاحب	۲۲۶۲	” رحمت اللہ خان صاحب
۱۰۷۳	” ایم سلیمان صاحب	۲۴۳۴	” منصور خان صاحب
۱۰۷۹	” مرزا اطہر بیگ صاحب	۲۵۵۶	” صادق علی صاحب
۱۰۹۶	” ایس - اے رضی اللہ صاحب	۲۵۵۹	” بشیر احمد صاحب گنائی۔
۱۱۸۳	” مرزا احمد اللہ بیگ صاحب	۲۵۶۰	” ایم ایس [illegible] صاحب
۱۲۴۵	” ناصر احمد صاحب	۲۵۶۲	” ایم - محمد یوسف صاحب۔
۱۲۴۶	” ایم - اے لطیف صاحب	۲۵۶۵	” مرغوب الرحمٰن صاحب
۱۳۷۳	” محمد بشیر خان صاحب	۲۵۶۸	” محمد اکبر صاحب
۱۴۰۵	” شجاع الدین صاحب	۲۵۶۹	” ماسٹر غلام رسول شاہ صاحب
۱۴۳۱	” ایچ اے قریشی صاحب	۲۵۷۰	” کیو - عبداللطیف صاحب
۱۴۸۹	” محمد شفیع صاحب	۲۵۷۸F	” ایف - آئی - انوری صاحب
۱۵۶۹	” شرافت احمد خان صاحب	۲۸۹۱	” سید محمود صاحب
۱۶۷۰	” اے - ایچ کمال صاحب	—	—*—

پاکستان بھیجے جانے والے خطوط پر نئی شرحِ ڈاک

مکرم صدر صاحبان، سیکرٹریان اور احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ جملہ احباب جماعت کو کسی اجتماع وغیرہ کے موقعہ پر مطلع فرما دیں کہ پاکستان میں جو ڈاک ارسال کی جاتی ہے، مثلاً حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعائیہ خطوط و ناظر صاحب خدمتِ درویشان کی خدمت میں جو خطوط اور چٹھیاں تحریر کی جاتی ہیں۔ ان پر شرح کے مطابق پورے ٹکٹ نہیں لگائے جاتے۔ چنانچہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث میں صرف ایک دن کی ڈاک میں تیس روپے کی بیرنگ چٹھیاں و خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جو بہت ہی افسوسناک امر ہے۔ اور اسی طرح نظارت خدمتِ درویشان میں بھی کافی بیرنگ چٹھیاں موصول ہوئی ہیں۔ لہٰذا پاکستان کی نئی شرحِ ڈاک مندرجہ ذیل ہے۔ تمام احباب جو پاکستان میں چٹھیاں اور خطوط تحریر فرماویں اس کی اچھی طرح تسلی کر لیا کریں کہ جو چٹھی یا خط ارسال کیا جا رہا ہے اس پر شرح کے مطابق پورے ٹکٹ چسپاں ہیں۔ امید ہے جملہ احباب اس کی پوری پوری پابندی کریں گے۔

پوسٹ کارڈ — اسی پیسے (80-0 پیسے)

لفافہ — ایک روپیہ بیس پیسے (20-1 روپیہ)

ناظر اعلیٰ قادیان

درخواستِ دُعا: خاکسار اور خاکسار کی بہن بشریٰ سلطانہ بیگم امسال P.U.C. کا امتحان دے رہے ہیں نمایاں کامیابی کیلئے احباب جماعت سے دُعا کی درخواست ہے۔ خاکسار مبشر احمد منڈا سگر ہلی۔

مالی سال کی آخری سہ ماہی

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مالی سال ختم ہونے میں صرف چند یوم باقی ہیں

۳۰ر اپریل ۱۹۷۵ء کو مالی سال ختم ہو رہا ہے۔ نظارت ہذا کی طرف سے جملہ احباب جماعت اور عہدہ دارانِ مال و مبلغینِ کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی دیگر مصروفیات سے وقت نکالتے ہوئے اس اہم کام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائیں اور کمی بجٹ کو جلد از جلد پورا کریں۔

بجٹ کی ۳۱ر ۳ر ۷۵ تک کی پوزیشن تمام جماعتوں کے سکرٹریانِ مال کی خدمت میں بھجوائی جا چکی ہے۔ عہدیدارانِ مال و مبلغینِ کرام ہر نادہندہ اور بقایاداران کے پاس پہنچیں اور اس مالی قربانی کی اہمیت اور سلسلہ کی ضروریات سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ ان کے دلوں میں بھی ایمانی جذبہ پیدا ہو۔ اور بشاشتِ قلبی سے اپنی سستی کا انسداد کر سکیں۔

احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اس عہد کو سامنے رکھیں کہ مَیں دین کو دُنیا پر مقدم رکھونگا۔ جب آپ اس پر عمل فرمائیں گے تو یقیناً اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے دروازے آپ پر کھل جائیں گے۔ پس خوش قسمت ہیں وہ احباب جو دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے دین کے لئے اپنے کئے وعدوں کو پُورا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو اس کی توفیق بخشے آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

اعلانِ نکاح

مکرم مولوی کمال الدین صاحب مالاباری سیکرٹری تبلیغ مدراس کی دختر نیک اختر سعیدہ عارفہ بیگم صاحبہ کا نکاح ہمراہ مکرم جمال احمد صاحب ابن محترم سید احمد صاحب مرحوم بعوض ۳۰۰۰/- (تین ہزار) روپے مہر مورخہ ۲۸ر امان ۱۳۵۴ ہش (۲۸ر مارچ ۱۹۷۵ء) بعد نماز جمعہ خاکسار نے پڑھا۔

یہ دونوں خاندان سلسلہ احمدیہ کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور جنوبی ہند کی تاریخِ احمدیت میں انہیں خاص مقام حاصل ہے۔ احباب کرام دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت بنا دے اور مثمر ثمراتِ حسنہ ہو۔ آمین ثم آمین۔

اس خوشی میں مکرم مولوی کمال الدین صاحب نے شکرانہ فنڈ میں دس روپے اور اعانتِ بدر میں ۱۵/- روپے اور اسی طرح مکرم جمال احمد صاحب نے شکرانہ فنڈ میں ۵/- روپے اور اعانتِ بدر میں ۵/- روپے ادا فرمائے ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار: محمد عمر مبلغ سلسلہ احمدیہ مدراس۔

ولادت

مکرم ایس - جے عبدالصمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۶ر ۳ر ۷۵ کو لڑکا عطا فرمایا ہے نام "سمیع اللہ خالد" تجویز کیا گیا ہے۔ احباب جماعت دُعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور نیک اور صالح اور خادمِ دین بنائے۔ آمین۔ مکرم عبدالصمد صاحب نے اس موقعہ پر دس روپے شکرانہ فنڈ اور دس روپے اعانتِ بدر اور پانچ روپے درویش فنڈ میں ادا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ خاکسار: فیض احمد مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ شیموگہ

درخواست ہائے دُعا

(۱) خاکسار کی لڑکی سہیلہ قمر امسال ایف اے کا امتحان دے رہی ہے احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو اعلیٰ نمبروں سے کامیاب کرے۔

خاکسار نورالدین صدیقی میرٹھ۔

(۲) خاکسارہ (اعجاز فاطمہ) قبل ازیں بعض پریشانیوں میں مبتلا تھی۔ اب ایک اور نئی مشکل پیش آئی ہے کہ میرے متبنیٰ حفیظ نے مجھ پر مقدمہ چلا دیا ہے۔ تمام احباب جماعت اور بہنوں سے درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مقدمہ میں کامیابی عطا فرمائے خاکسارہ نے پانچ روپے اعانتِ بدر میں ارسال کئے ہیں

اعجاز فاطمہ لودھی پور شاہجہانپور (یو۔پی)